اے۔ بی۔ سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہٗ دعوۃ الحق

قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

فون نمبر دارالعلوم : ۴
جلد نمبر : ۱۷
شمارہ نمبر : ۱

فون نمبر رہائش : ۲
محرم الحرام ۱۴۰۲ھ
اکتوبر، نومبر ۱۹۸۱ء

مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک پاکستان میں سالانہ -/۲۵ روپے فی پرچہ -/۲.۵ روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۳ پونڈ ہوائی ڈاک ۵ پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

عروسِ دہر نے اپنے رُخ کا ایک اور نقاب الٹ دیا ۔ پندرھویں صدی ہجری اپنی عمر کی دوسری
میں داخل ہو گئی ۔ اور اس کے ساتھ ہی الحق نے اپنی حیاتِ مستعار کے سترویں سال میں قدم رکھا اور اسکی
کے سولہ برس پورے ہو گئے ۔ حالات کی ناسازگاری، وسائل کی کمی، گردوپیش کی مشکلات کو دیکھتے ہوئے
سال ایک دینی وعلمی مجلہ کیلئے کچھ کم عرصہ نہیں جب زمانہ اپنی قدریں بدل جائے، ماحول اجنبی ہو ۔
کے تھپیڑے حق وصداقت کی دھیمی سی لَو بھی برداشت نہ کر سکیں ۔ ایسے میں حق کی یہ قندیل اگر روشن رہی
کی کہ نہیں ظلم وباطل بددینی اور لاعلمی کی تاریکیوں سے مقابلہ کرتی رہی تو یہ محض اس خدائے کریم ورحیم کی کرم گستری کا
نتیجہ ہے جس نے بے سروسامانی اور غربت کے عالم میں اسلام کو پھیلایا چمکایا اور عروج تک پہنچایا
باقی ودائم رکھا ۔ اور اس کے ظہور وارتقاء اور بقاء کو کبھی بھی مخلوق کے مادی اور حقیر اسباب کا منت پذیر
اس نے ایک ایسی وادیٔ سنگلاخ میں الحق کو پروان چڑھایا جو اردو صحافت وادب اور مجلات ورسائل کی
ناآشنا تھی تو اسکی قدرت کی ہمہ گیری سے کیا بعید تھا ۔ اس میں کسی حقیر بندے کا کوئی کمال ہے نہ کوئی زعم!

جو کچھ ہُوا ہُوا کرم سے تیرے
جو کچھ کہ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

پھر اس خدائے حی وقیوم کریم وغفور کا شکریہ کیسے ادا کیا جائے جس نے نہایت ناساعد حالات
الحق کو کلمۂ حق کہنے اور گھپ ظلمتوں میں بھی جادۂ حق کی نشاندھی کرتے رہنے کی توفیق دی اور اس راہ میں الحق
کبھی بھی کسی طمع ولالچ یا خوف ورعب پر استوار نہ ہُوا ۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے کسی موقف سے اصحابِ نظر و
دانش کو اختلاف ہُوا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسکی کسی قائم کردہ رائے کو غلط سمجھا گیا ہو اور فی الواقع بھی غلط
علیم وبصیر جو دلوں کے حال کو جانتا ہے ۔ وہ اس حقیقت کے سب سے بڑھ کر شاہد عدل ہوں گے کہ
لغزش تو ہو گی مگر کسی ملی و دینی معاملہ میں ایک رائے قائم کرنے کا محرک کبھی بھی ضمیر فروشی، طمع ورغبت یا خوف
نہیں بلکہ ملت کی فلاح واصلاح اور امتِ مسلمہ کی خیر خواہی وانصح رہی ہو گی ۔ جو بات ملک وملت دین وا
لئے اصلح وصالح اور یا پھر اھون البلیتین کے درجے میں بھی سمجھی گئی ۔ تو پھر اس کے اظہار واختیار کرنے
بھی مصلحت اور رعایت، جماعتی وابستگی اور گروہی تعصب قسم کی چیزوں کو رکاوٹ نہیں بننے دیا گیا جس

ا اپنوں کی خفگی و ملامت اور طعن و تشنیع کا بھی نشانہ بننا پڑا۔ اپنے اور بیگانے کی رضا اور ناراضگی کے پیمانوں
سے حق ناپا جاتا تو آج صفحات عالم میں حق نام کی کسی چیز کا نشان بھی نہ مل سکتا جب کہ حق ہی عالم کی روح کائنات
ن زمین کا نمک، پہاڑی کا چراغ، صحراؤں کا سنگِ میل اور بے کنار سمندروں کا منارۂ نور ہے اور قیامت تک
گا۔

پس اگر حق سے خداوند قدوس نے اس رزم گاہ حق و باطل میں تائید حق کا کچھ کام لیا تو آئیے ہم سب مل کر
اس کرم نوازی کا شکریہ ادا کریں تاکہ وہ اس نعمت میں اور بھی اضافہ فرما دے کہ لئن شکرتم لازیدنکم
وعدہ ہے۔ اور اگر اس راہ میں ہم سے لغزشیں ہوئیں، کوتاہی اور تقصیر کا ارتکاب ہوا اور یقیناً بندۂ ناتواں ظلوم
و الانسان کا تو یہی شیوہ ہے۔ تو آئیے اس خادم کے اعتراف تقصیر و عجز پر مبنی اس التجائے عفو و درگزر پر آپ سب
آمین کہیں کہ اے خداوند متعال ہمیں آئندہ بھی جادۂ حق پہ گامزن رکھ اور اس قندیل کو جو تو نے روشن کی ہے،
سے روشن تر بنا۔ اور اسے بلاخوف لومۃ لائم کلمہ حق کے اظہار و اعلان سے نوازے رکھ۔ یہ ہمیشہ حق کا
اور باطل کی ضرب بنی رہے۔ اور اسکی کوتاہیوں اور ناتوانی کو رشد و اصلاح اور تائید و توفیق کی دولتوں
مالامال کردے۔ آمین یارب العالمین۔

برصغیر کا علمی اور تعلیمی "قبلہ" دارالعلوم دیوبند ان دنوں گردشِ ایام کی زد میں ہے۔ جشنِ صد سالہ اس کا
معراج تھا تو اس کے بعد کے حالات آغاز زوال کی نشاندہی کرنے لگے۔ ولا فعلہا اللہ۔ اپنوں اور غیروں
افسوس آج دارالعلوم انتشار و افتراق کی آخری حدود کو چھونے لگا ہے۔ اور یہ خبریں اس علمی مرکز کے تمام وابستگان
خصوصاً اور اہل درد مسلمانوں کیلئے عموماً سوہانِ روح بنی ہوئی ہیں۔ جب خدا ترسی و اخلاص کی جگہ تعصب و تحزب
للہیت کی جگہ نفسا نفسی کا دور دورہ ہو تو ایسے عالم میں اصلاح کی سعی کرے تو کون؟ جبکہ اکابر کا بھی قحط
مخلصین کی مساعی بار آور نہ ہونے کا بھی یقین۔ پس آج ہم سب کا ماویٰ و ملجا اس معاملہ میں خدائے رحیم و کریم
رہ گئے ہیں۔ باقی سب سہارے اور امیدیں اس ادارہ کو بچانے کی ٹوٹ گئی ہیں۔

بار الہا! عالمِ اسلام کے اس قلب و روح کو زندہ رکھنے والے اس مرکز علم و یقین کی تو ہی حفاظت فرما۔ تو ہی
کا حامی و ناصر ہے۔ تو نے دنیا کے سب سے بڑے استبدادی سامراج کے سارے مکر و کید کے باوجود اسے
بچائے رکھا۔ یہ پھیلتا پھولتا رہا اور عالم اسلام کی شریانوں میں اپنا خون دوڑاتا رہا۔ تو آج بھی تو ہی اسکی بقاء و حفاظت
فرما سکتا ہے۔ اسے محفوظ و مصئون رکھ اور اس کے تمام وابستگان کو متحد و متفق فرما دے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

سمیع الحق

جمعہ ۳۰ر اکتوبر کو دارالعلوم اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے ایک دیرینہ خادم و دست راست اور معاون جناب ملک الحاج کرم الٰہی صاحب اکوڑہ خٹک میں وفات پا گئے۔ نماز جنازہ بعد از جمعہ حضرت مدظلہ نے پڑھائی وہ ان چند گنے چنے خدام دارالعلوم میں سے تھے جو عمر بھر حضرت مدظلہ اور دارالعلوم کے تمام کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ تیسرے دن دارالعلوم میں تمام طلبہ و اساتذہ نے ختم کلام پاک کیا اور دعائے مغفرت فرمائی۔ ادارۃ الحق اور دارالعلوم بھی اس صدمہ میں شریک ہے۔

"سمیع الحق"

تبرکاتِ اکابر

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ

معراجِ جسمانی!

عقل و نقل کی روشنی میں

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝

یہ ایک بدیہی اور ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ جس طرح انسان اور جملہ مخلوقاتِ عالم اپنے وجود میں خالق و موجد کی محتاج و دستِ نگر ہے۔ ٹھیک اسی طرح اس کی بقا و زندگی کا مدار بھی رب العزت و پروردگارِ عالم کی رحمت و مشیت پر ہے۔

اسی طرح یہ بھی حقیقت واقعیہ ہے کہ موجوداتِ عالم میں اجناس کو انواع کا اور انواع کو افراد کا جامہ پہنانے والی وہ خصوصیات موہوبہ خداوندی ہیں۔ جن کو خالقِ ارض و سما نے اپنی مخلوقات میں علیحدہ علیحدہ ودیعت رکھا ہے۔ نباتات کو جمادات پر اگر کوئی فوقیت حاصل ہے تو صرف یہ کہ نباتات میں مادۂ نمو و ترقی موجود ہے۔ اور جمادات اس سے محروم حیوانات کو نباتات پر اگر کوئی تفوق ہے تو یہ کہ اس میں علاوہ قوتِ نمو کے مادۂ حس و حرکت بھی موجود ہے۔ اور انسان کو حیوانات سے جدا کرنے والی اگر کوئی چیز ہے تو وہ صرف اس کی قوتِ ادراک و عقل و فہم و فراست ہی ہے جس کو قدرتِ کاملہ نے عطا فرما کر اور انسان کو مخلوقاتِ ارضی و سماوی سے بزرگ و برتر بنا کر اپنی خلافت کے منصبِ جلیل کے لئے منتخب فرمایا۔

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰھُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا ۝

اور البتہ ہم نے عزت دی ہے اولادِ آدم کو اور سواری دی ہم نے ان کو جنگل اور دریا میں اور روزی دی ہم نے ان کو ستھری چیزوں سے اور بڑھا دیا ان کو بہتوں سے جن کو پیدا کیا ہم نے بڑائی دے کر۔

اس کے ساتھ ہی یہ حقیقت بھی محتاجِ دلیل نہیں کہ تمام مخلوق اپنی ان خصوصیات کے لحاظ سے متفاوت المرتبہ ہیں کسی میں کم اور کسی میں زیادہ اور چونکہ وہ عطا غیر اور موہبِ خداوندی ہیں اس لئے ہر شخص کو حسبِ لیاقت

قابلیت عطا کیا گیا ہو گا۔ اور یہ ایسی مشاہد چیز ہے کہ جس کا انکار نہیں ہو سکتا کہ عقولِ انسانی نہ صرف باعتبار انواع بلکہ باعتبار افراد کے ہر ہر شخص کی مختلف و کم و بیش ہیں۔ اور چونکہ عقل کامل و علم نامتناہی خاصہ خداوندی ہے اس لئے مخلوق کا علم و فہم بھی محدود الخلقت ہونے کی طرح محدود و ناقص ہی ہو گا۔ چنانچہ اسی دنیا میں جہاں ارسطو، فیثاغورث، افلاطون اور جالینوس جیسے مجسمہ عقل و حکمت کا وجود پایا جاتا ہے وہاں عقل سے کورے سفیہ و کودن لوگوں سے بھی دنیا خالی نہیں۔

عقل محض رہبر کامل نہیں ہو سکتی اس تفاوت علم و عقل سے صاف ظاہر ہے کہ محض عقل و علم رہبر کامل و منزلِ مقصود کے لئے ہادیٔ مطلق ہونے کے لئے کافی و ضامن نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اس علم و ادراک کی باگ جس قادر مطلق کے ہاتھ میں ہے بدون اس کی اعانت و دستگیری منزلِ مقصود تک رسائی محال ہے۔

گر نہ باشد فضل ایزد دستگیر   در رہیں علم و عقل آئی اسیر

اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک زبردست لشکر جرار جس کا ہر ہر سپاہی فن سپہ گری کا ماہر اور قوت و جرأت کا مالک ہونے کے باوجود جرنل و سپہ سالار کے حکم و ارشاد کے خلاف محض اپنی قابلیت و طاقت کے بل بوتے پر اگر نقل و حرکت کر بیٹھے تو جہاں فتح و نصرت سے محروم رہ کر اپنی ہلاکت و تباہی کا باعث بنے گا وہیں سپہ سالار کی ذمہ داری اور اس کے حفظ و امان سے نکل کر اپنی اس تباہی اور اس کے نتائج کا خود ذمہ دار ہو گا۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۝ — جس نے بھلائی کی سو اپنے نفس کے لئے اور جس نے برائی کی تو اس کا خمیازہ اسی پر اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ۔ — اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا پس اس نے اپنے ہی نفس پر ظلم کیا۔

ٹھیک اور بالکل ٹھیک اسی طرح حضرت انسان بھی اگر محض اپنی عقل و ادراک کو رہبر کامل تصور کر کے اسی کے بل بوتے پر خدائی فرامین و احکامات کو غیر قابل وقعت یا اس کے سراپا حکمت و مصلحت صریح ارشادات کو سطحی طور سے اپنی محدود و عقل کے خلاف سمجھ کر اور ان میں کتر بیونت کر کے اپنی عقل کے تابع بنانے کی سعی کرے تو وہ بھی کسی طرح فائز المرام و بامراد نہیں ہو سکتا۔

یہی وہ عقلی سفسطہ تھا جس نے فرمان الٰہی کے مقابلہ میں سب سے پہلے اجتہاد مطلق کرنے والے ابلیس کو ابدالآباد کے لئے راندۂ درگاہ کر کے ہمیشہ کے لئے خسران و حرمانی کے گڑھے میں گرا دیا۔

قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا

کہا شیطان نے کیا میں سجدہ کروں ایک ایسے شخص کو جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا۔

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ہ

کہا شیطان نے میں بہتر ہوں اس سے مجھ کو تو نے نار سے پیدا کیا اور اس کو پیدا کیا مٹی سے۔

یہیں سے تقلید و اجتہاد مطلق کے بھی بعض اہم پہلوؤں پر روشنی پڑ سکتی ہے (فتدبر) غرض یہ ہے کہ ناقص جب تک کامل کا تابع اور ارذال اشرف کا مطیع نہ ہو کامیابی قائزہ المرامی محال ہے۔

منکرین معراج جسمانی کو عقلی دھوکہ | اسی عقل کی کوتاہی اور اس پر بھروسہ کرنے کی کجروی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی سے انکار کرنے پر لوگوں کو مجبور کیا۔ جس کی خبر حق جل مجدہٗ نے اپنے کلام پاک میں نہایت صاف و صریح الفاظ میں دی ہے۔ ایک مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے اللہ کو اپنا خالق و معبود قادر و پروردگار ماننے کے بعد اور رسول کو خدا کا سچا و برگزیدہ پیغمبر تسلیم کرنے کے بعد کس طرح جرأت کر سکتا ہے۔ کہ خدا کی دی ہوئی خبر اور نبی کی کہی ہوئی بات پر شک و شبہ و تامل کی دلدل میں پھنس کر اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ یہی وجہ ہے کہ کامل الایمان و راسخ العقیدہ قلب نے اس خبر کو سن کر آمنا و صدقنا کی لبیک بلند کی اور زمین و آسمان میں صدیق کے معزز لقب سے نوازا گیا۔ لیکن جہاں اس وقت بغض و عناد کی بھڑکتی ہوئی آگ نے کھلی نشانیوں سے انکار کرنے پر مجبور کر کے ابد الآباد کی شقاوت منکرین کے نامۂ اعمال میں لکھ دی۔ وہیں آج بھی نیچریت و مغربیت کی رو میں بہنے والے، عقل نارسا کو رہبر کامل تصور کرنے والے، یا اپنی نفسانی اغراض کے مقابلہ میں خدائی احکام و ارشادات کو ٹھکرانے والے ایسے انسان موجود ہیں کہ جو کہیں خرق و التیام کے استحالہ کی آڑ میں اور کہیں طبقات نار یہ و زمہریریہ سے جسد عنصری سے گذر کو محال سمجھنے کے پردے میں اور کہیں اتنے قلیل عرصہ میں اتنی سیر و سیاحت کے ممتنع الوقوع ہونے کی دلدل میں پھنس کر یا تو سرے سے معراج ہی کے منکر ہو بیٹھے یا روایات قویہ کی تردید سے مجبور ہو کر بہت سے معراج روحانی یا منامی کے قائل ہو گئے۔ جیسا کہ سر سید مرحوم اور دیگر بندگان عقل و وہم اور پنجاب کے مدعی نبوت قادیانی نے اپنے سے پہلے گم کردگان راہ ہدایت کی تقلید میں نہایت صریح الفاظ میں معراج جسمانی کا انکار کر کے نہایت جرأت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسری کا دعویٰ کیا۔ چنانچہ ازالۂ اوہام میں لکھا ہے۔

"یہ معراج جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا اس کشف بیداری سے یہ حالت زیادہ اصفیٰ و اجلیٰ ہوتی ہے اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے" الخ

یہ ہے پنجاب کے مدعی نبوت کی قرآن دانی اور دعوی محبت رسول کی حقیقت۔

استحالات معراج جسمانی کی تردید حالاں کہ اگر عقل نارسا کی رہبری میں ہی اس مسئلہ پر غور فرمایا جاوے اور واقعات و مشاہدات کو سامنے رکھا جائے تو یقیناً ان فرضی توہمات کا جن اور سائنس و فلسفہ کا بھوت خود بخود ان کے سر سے اتر جائے۔ لیکن جب ہی جب کہ اغراض و خواہشات نفسانی سے الگ ہو کر محض تلاش حق مقصود ہو۔

سرعت رفتار حرکت کی سرعت و قلت رفتار چونکہ ایک اضافی چیز ہے جس کی کوئی حد انتہا مقرر نہیں۔ جیساکہ آج ریل، موٹر اور طیاروں وغیرہ کی حرکت علیٰ مشاہدہ ہے کہ اگر ریل گاڑی ۶۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چل سکتی ہے تو موٹر کار ۳۰۰ میل فی گھنٹہ اور طیاروں کی اسٹیمی طاقت اس سے بھی زائد پرواز کر سکتی ہے۔ نیز بقول حکمائے جدید بجلی ایک منٹ میں پانچ سو مرتبہ زمین کے گرد گھوم سکتی ہے اور بعض سیارے ایک ساعت میں ۸ لاکھ ۸۰ ہزار میل حرکت کر سکتے ہیں۔

نیز انسان کی حرکت شعاعیہ نظر اٹھا کر دیکھنے سے ایک آن میں ہزاروں میل آسمان تک بلکہ اگر سماوات حائل نہ ہوں تو اس سے بھی آگے پہنچ سکتی ہے۔

تو جو خدا آگ اور پانی اور بجلی میں یہ طاقت دے سکتا ہے کہ جس کے ذریعہ انسانی دماغ اس درجہ سرعت رفتار پر قدرت حاصل کرے تو کیا اس خدا کی قدرت سے یہ چیز بعید ہے کہ وہ اپنی قدرت کاملہ سے ایک جسم عنصری کو ایسے براق برق رفتار کی سواری سے چشم زدن میں کہیں سے کہیں پہنچا دے اور اتنی قلیل مدت میں سطح ارض سے گذر کر ملکوت و سماوات کی سیاحت کر کے واپس آ جائے۔ درآں حالیکہ حضرت سلیمان پیغمبر علیہ السلام کے ارشاد سے آصف بن برخیا کا آنکھ جھپکنے کے اندر بلقیس کے تخت کو اقصیٰ یمن سے شام میں لا رکھنا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کا مہینوں کی مسافت کو منٹوں میں طے کرنا قرآن عزیز میں مصرح موجود ہے۔

قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ — بولا وہ جس کے پاس تھا علم کتاب لائے دیتا ہوں

اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ — تیرے پاس اس کو آنکھ جھپکنے سے پہلے پھر جب

طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ — دیکھا اس کو رکھا ہوا اپنے پاس۔

وایضاً قال تعالیٰ وَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ وقال ایضاً وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ۔

یعنی ہم نے حضرت سلیمانؑ کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا کہ ہوا ان کے تخت کو بہت تھوڑی دیر میں مہینوں کی مسافت پر لے جا کر رکھ دیتی ہے۔

توکیا ان مشاہدات کے ہوتے ہوتے بھی کسی بے عقل کی عقل اس پر مجبور کرے گی کہ جو خدا سلیمان علیہ السلام پیغمبر کے لئے کثافت جرم کے ساتھ ان چیزوں کو آسان فرما دے۔ وہ اپنے محبوب و برگزیدہ باعث تخلیق عالم مجسمہ انوار و برکات کے لئے تھوڑی سی دیر میں سیاحت سموات وارض پر قدرت نہیں رکھتا۔

ان اللہ علیٰ کل شیئٍ قدیر۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور کیا مرزا صاحب قادیانی اور ان کے امتی اس تحریر پر شرم کرنے کی ہمت کریں گے۔ کہ کسی بشر کا اس جسم کثیف کے ساتھ آسمانوں پر اٹھایا جانا خلاف قدرت اور خلاف سنت اللہ ہے۔ ازالہ اوہام کلاں جلد ص ۲۵۶

طبقات ناریہ و زمہریریہ سے جسم عنصری کا مرور اور اس کے مشاہدات

رہا طبقات ناریہ و زمہریریہ سے کسی جسم عنصری کے گذر کو محال سمجھ کر معراج جسمانی کا انکار کرنا جیسا کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں فرمایا ہے۔ یہ بھی عدم تدبر و عدم واقفیت کی دلیل ہے۔ کیونکہ طبقہ ناریہ و زمہریریہ کا متوازی السطحین ہونا (یعنی دو طبقات کے اجزا کا ایک دوسرے سے متصل ہونا) (جس سے استحالہ لازم آوے) ضروری نہیں بلکہ بقول بعض حکما اگر اس کو بشکل اہلیجی یا شبیہ اہلیجی تسلیم کر لیا جاوے تو پھر کوئی استحالہ ہی نہیں رہ جاتا۔ نیز گردش ایام و لیالی اور اختلاف موسم گرما و سرما کے ساتھ چونکہ حرارت و برودت میں اختلاف شدۃ و ضعف ہونا ایک مشاہد چیز ہے جس کا کوئی احمق سے احمق بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اس لئے بظن غالب کہا جا سکتا ہے کہ طبقات ناریہ و زمہریریہ کا کسی خاص مقدار حرارت و برودت سے متصف ہونا اس خاصہ ذاتی نہیں بلکہ عرضی ہے۔ اور عوارض کا سبب بالاجماع ممکن ہے تو اب کوئی استحالہ نہیں رہ جاتا۔ معراج نبوی ص بجسدہ الاطہر میں کیونکہ ممکن ہے کہ بوقت صعود و عروج جسد اطہر صلی اللہ علیہ وسلم بعض اجزا حرارت و برودت بالکل غیر مضر ہوں۔ یا حق تعالیٰ نے ان کے اندر سے صفت حرارت و برودت ہی کو کچھ دیر کے لئے بالکل سلب کر لیا ہو۔ اور اپنی قدرت کاملہ سے نار کو نور سے بدل دیا ہو۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے لئے

قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ۔ کہا ہم نے کہ اے آگ ہو جا برد و سلام ابراہیم (علیہ السلام) پر۔

نیز ممکن ہے کہ بوقت معراج شریف جسد اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سراپا انوار و تجلیات اور کثافت جرمی سے بالکل پاک بنا دیا گیا ہو۔ جیسا کہ حدیث پاک سے پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ کو حضرت جبرئیل و میکائیل نے زمزم کے پانی سے غسل دے کر اور قلب مبارک کو ہر قسم کی کثافت و آلائش سے پاک و صاف کر کے انوار و حکمت الٰہیہ سے پُر کر دیا۔ تو جب کہ جسم اطہر سراپا نور و تجلیات الٰہیہ ہو گیا تو پھر برودت و حرارت اس پر بالکل اثر نہ کرے جیسا کہ اسپرٹ کا مشاہدہ ہے کہ جس چیز پر ڈالی جاتی ہے وہ نہیں جلتی۔ نیز یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ

برودت وحرارت کا اثر جسم عنصری پر اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ جسم عنصری کا استقرار و قیام قلیل و کثیر
مین پایا جاوے ۔ جیسا کہ ہر انسان مشاہدہ کر سکتا ہے ۔ کہ دہکتی ہوئی آگ کی لپٹوں میں کسی چیز کو تیزی سے حرکت
دی جائے جیسا کہ بسا اوقات بچے آگ کی لپٹوں میں جلدی جلدی اپنے ہاتھ کو تیزی سے پھراتے ہیں اور آگ
بالکل اثر نہیں کرتی ۔

تو جب کہ احادیث صحیحہ سے یہ چیز ثابت ہے کہ آپ کی سواری " براق برق رفتار " کے ایک قدم کی
حرکت تا حد بصر تھی تو پھر استقرار و قیام ہی جب کہ نہ ہوا تو اثر سے کیا واسطہ ۔ نیز براق جنت کا گھوڑا ہونے
باعث ظاہر ہے کہ کثافت و جرمیت دنیاوی سے بالکل پاک وصاف ہوگا ۔ اور یہ مشاہدہ ہے کہ ایک غیر اثر
قبول کرنے والی چیز کے ساتھ مل کر دوسری چیز بھی اسی کے اثر میں آجاتی ہے ۔ جیسا کہ لکڑی اور اس کے ساتھ
ملی ہوئی دوسری چیز پر بجلی کا اثر نہ کرنا عینی مشاہدہ ہے ۔

نیز فرشتوں کا آسمانوں سے اترنا اور چڑھنا ۔ جنات و شیاطین کا بعض اوقات سماء دنیا تک جا کر لوٹنا
سے ثابت ہے ۔ نیز جب کہ حسب تصریحات قرآنی حضرت آدم و حوا کا جنت سے ہبوط اور زمین پر نزول
یقیناً انہی طبقات سے ہو کر ہوا ہوگا مسلم اور قوم موسیٰ پر آسمانوں سے مائدہ کا نزول جو یقیناً اسی راستہ
ہوا ہوگا ۔ قابل تسلیم ہے ۔

تو پھر ان مشاہدات کے ہوتے ہوئے حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بجسدہ العنصری عروج و نزول کیوں
محال اور خلاف عقل معلوم ہوا اور ساتھ ہی خدائے قدیر و توانا اپنی قدرت کاملہ سے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کو بجسدہ العنصری آسمانوں پر زندہ اٹھا لے تو کیا استحالہ و استبعاد ہے ۔ اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا
اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

معراج جسمانی کا ثبوت قرآنی تصریحات سے آیت اسراء کو غور سے ملاحظہ فرمایئے ۔ تو اس میں خود ایسے
قرائن بلکہ صریح الفاظ موجود ہیں جن کے ہوتے ہوئے معراج جسمانی میں شک و شبہ کی گنجائش تک باقی نہیں رہ
۱۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ لفظ سبحان خود واقعہ کی عظمت و شان اور اس کے امر عظیم ہونے کی طرف اشارہ
اور معراج روحانی کوئی امر عظیم و قابل تعجب چیز نہ تھی ۔ جیسا کہ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں ۔

فالتسبیح انما یکون عند الامور العظام فلو کان مناما لم یکن فیہ کبیر شیئ ولم یکن مستعظما

پس لفظ تسبیح جز ایں نیست کہ ہوتا ہے امور عظام کے لئے ۔ اگر معراج منامی ہوتی تو اس میں کوئی شے تعجب افزا اور عظمت خیز نہ ہوتی ۔

(ابن کثیر ج ۶ ص ۱۴)

۲ - اَسریٰ۔ اسراء کا لفظ جس کے معنیٰ چلنے اور سیر کرنے کے لئے ہیں بیداری کی حالت کے ساتھ ہی استعمال ہوتا ہے۔ خواب یا مکاشفہ کے لئے نہیں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں متعدد جگہ وارد ہوا ہے۔

قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ۔ فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ۔

۳ - بِعَبْدِہٖ۔ لفظ عبد کا اطلاق جسد مع الروح پر آتا ہے۔ محض روح کو عبد نہیں کہا جاتا۔ اور قرآن پاک میں اسراء کی نسبت عبد کی طرف کی گئی ہے۔ روح عبد کی طرف نہیں کی گئی۔ ارشاد ہے اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ ابن کثیر میں ہے

فَاِنَّ الْعَبْدَ عِبَارَۃٌ عَنْ مَجْمُوْعِ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ — تحقیق عبد عبارت ہے مجموعہ روح مع الجسد سے۔

چنانچہ قرآن پاک میں جہاں کہیں لفظ عبد آیا ہے اس سے روح مع الجسد ہی مراد لیا گیا ہے محض روح نہیں لی جا سکتی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا الخ

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَیُّوْبَ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا

اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْكِتٰبَ۔ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ۔ اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی عَبْدًا۔ وغیرہ وغیرہ۔

تو اصطلاح قرآن کے موافق یہاں بھی عبد سے مراد روح مع الجسد ہی ہو سکتی ہے۔ نہ کہ محض روح۔

۴ - لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا۔ تاکہ دکھلا دیں ہم اس کو اپنی نشانیاں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔ تو لوگوں کے لئے فتنہ وابتلاء محض کشفی اور روحانی رویت نہیں ہو سکتی اور نہ ہوئی۔ بلکہ وہ بجسدہ العنصری آسمانوں کی سیر اور حق تعالیٰ سے مکالمہ و مشاہدہ تھا جس کو سن کر اہل قریش نے انکار کیا تھا ورنہ منامی و کشفی معراج سے تو کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا تھا ورنہ وہ ابتلاء و فتنہ کا محل تھا۔

۵ - فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد دَنَا فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔ لفظ دنیٰ اور قرب و نزدیکی حق جل مجدہٗ کو بقدر قلت بعد قوسین او ادنیٰ کے ساتھ تعبیر فرمانا بھی اسی بات کی دلیل ہے کہ قربت جسدی مراد ہے اس لئے کہ تشبیہ شئے محدود

کے ساتھ شئے معین کی ہی ہوسکتی ہے۔

غرض کلام پاک کی ان چند تصریحات بالا سے یہ چیز نہایت واضح ہو جاتی ہے۔ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی نہ کہ صرف روحانی یا منامی۔

معراج جسمانی کا ثبوت احادیث سے: تفصیل واقعہ معراج شریف کے دیکھنے سے بھی جو احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔ یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو احوال و انکشافات معراج کے وقت ظہور پذیر ہوتے وہ تمام معراج جسمانی کے ساتھ چسپاں ہوتے ہیں۔ محض روح کے ساتھ ان کا تعلق صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

مثلاً حضرت ام ہانیؓ کے دولت کدہ پر بحالت استراحت یکایک چھت کا پھٹ کر فرشتہ آنا اور آپ کو جگا کر مسجد حرام میں زمزم پر لے جانا اور قلب مبارک کو آب زمزم سے دھو کر اس کو حکمت، ایمان و عرفان الٰہی سے بھرنا۔ براق پر سوار ہو کر معراج کو تشریف لے جانا درآں حالیکہ براق پر جسد ہی سوار ہو سکتا ہے۔ محض روح کہ ایک لطیف و غیر مرئی چیز ہے گھوڑے پر کیسے سوار ہو سکتی ہے۔ حضرت جبرئیلؑ کا آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر آسمانوں پر چڑھنا کما جاء فی الحدیث ثم اخذ بیدی فعرج بی الی السماء پھر آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام سے سلام و کلام اور تقرب الٰہی کے بعد نمازوں کا فرض اور آپ کے استدعا تخفیف وغیرہ وغیرہ یہ جملہ امور اس بات کی صریح دلیل ہیں کہ یہ احوال بحالت بیداری جسم اطہر کے ساتھ پیش آئے۔ جیسا کہ ابن کثیر میں ہے۔

ان اللہ اسری بعبدہ علی دابۃ یقال لہا البراق ولو کان الاسراء بروحہ لم تکن الروح محمولۃ علی البراق اذ الدواب لا تحمل الا الاجسام	البتہ اللہ نے سیر کرائی اپنے بندے کو دابہ پر جس کو براق کہتے ہیں۔ اور اگر اسراء محض روح کی ہوتی تو روح کو براق پر نہیں اٹھایا جاتا۔ کیونکہ چوپائے جسم ہی کو اٹھاتے ہیں۔

اور اسی پر اسلاف عظام اور ائمہ دین کا وہ زبردست اجماع ہے کہ جس کے سامنے منکر معراج جسمانی غلام احمد قادیانی کو بھی جب تک اس کو خود عیسیٰؑ و محمدؐ بننے کا خبط سوار نہ ہوا تھا نہایت صریح لفظوں میں سر تسلیم خم کرنا پڑا ہے۔ چنانچہ ازالہ اوہام میں ہے۔

باوجودیکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفع جسمی کے بارہ میں کہ وہ جسم سمیت شب معراج میں آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ تقریباً تمام صحابہؓ کا یہی اعتقاد تھا۔ الخ جلد ا ص ۲۸۸

امید ہے کہ منکرین معراج جسمانی کے لئے یہ تحریر موجب ہدایت ہوگی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

قسط ۲ — از حضرت مولانا شمس الحق افغانی مدظلہ

عقیدۂ قیامت، معاد اور مجازاتِ اعمال

معادِ جسمانی کی حقیقت دو امر سے مرکب ہے ایک یہ کہ معاد کا اصل واقعہ بلحاظ عقل ممکن ہے محال نہیں کیونکہ محال کا ایک عرفی معنی ہے یعنی کسی امر کا دشوار ہونا جیسے ایک آدمی کو دوسرا آدمی کہے کہ میرے ساتھ لاہور جاؤ۔ وہ کہے کہ مجھے عذر ہے۔ گھر میں بیمار ہے، نہیں جاسکتا۔ پھر بھی وہ اصرار کرتا ہے کہ تم کو میرے ساتھ جانا پڑے گا۔ جس کے جواب میں وہ کہتا ہے کہ یہ ممکن نہیں کہ میں جاؤں یعنی محال ہے۔

معادِ جسمانی کی پہلی دلیل

ظاہر ہے یہ ناممکن دشوار کے معنی میں ہے نہ یہ کہ لاہور جانا اس کے عقلاً ناممکن ہے۔ کیونکہ اس کے کہنے کے بعد اگر وہ لاہور جانے کا ارادہ کرکے ریل کا ٹکٹ لے لے تو جا سکتا ہے۔ دوسرا معنی ناممکن اور محال کا یہ ہے جس کو فلسفہ میں ناممکن کہا جاتا ہے۔ جیسے دو دو نے پانچ یا نفی اور اثبات کا ایک وقت میں جمع ہونا ایسا محال اور ناممکن، واقعی طور پر موجود نہیں ہو سکتا۔ مثلاً یہ کہ زید ایک خاص کمرے میں موجود بھی ہے اور موجود نہیں بھی ہے۔ قیامت اور معاد اس معنی میں محال نہیں کیونکہ بہ یک وقت نفی اور اثبات کا ایک محل میں جمع ہونا ممکن نہیں۔ اس وقت دنیا قیامت موجود نہیں۔ اور وقت مقررہ میں موجود ہوگی۔ موجود ہونا اور نہ ہونا دونوں کسی وقت بھی مجتمع نہیں تاکہ نفی اور اثبات بہ یک وقت مجتمع ہونے سے محال لازم آئے۔ تمام عقلی اور فلسفی ناممکنات یا محالات کی بنیاد یہی ہے۔ کہ اس میں بہ یک وقت نفی اور اثبات کا اجتماع ہو۔ دو دو نے پانچ بھی اس حقیقت کے پائے جانے کی وجہ سے محال ہے۔ کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں اور چار ایسا عدد ہے جو پانچ نہ ہو۔ اور جب ہم دو دونے پانچ کہتے ہیں تو اس کو پانچ تسلیم کرتے ہیں تو گویا ہم نے ایک ہی عدد کے متعلق نفی اور اثبات کو جمع کر دیا کہ پانچ نہیں اور پانچ ہے جو محال ہے۔ لیکن قیامت جب ممکن ہے اور متواتر خبر صادق نے اس کی تصدیق

کردی ہے تو پھر اس کے صحیح ہونے میں شک نہیں۔ کیونکہ ہر ممکن امر کی جب تواتر کے ساتھ اس کی تصدیق ہو جائے یا قابلِ اعتماد ذرائع سے اس کا ثبوت مل جائے تو پھر اس کے واقع ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا مثلاً گذشتہ زمانے میں یہ خبر جاپان کا ہیروشیما ایٹم بم سے تباہ ہوا ایک ممکن معاملہ تھا۔ جب قابلِ اعتماد اطلاع سے اس کی تصدیق ہوئی۔ تو تمام دنیا نے اس کو درست تسلیم کیا۔ اسی طرح موجودہ دنیا کا نفخۂ اسرافیلی سے برباد ہو جانا جو کہ اربوں درجہ ایٹم سے قوی چیز ہے۔ ممکن امر ہے جب آسمانی کتابوں اور انبیاء علیہم السلام جیسے راست بازوں کی متواتر شہادت اس کی تصدیق کر چکے ہیں۔ تو پھر اس کے واقع ہو جانے میں کیا شبہ کیا جا سکتا ہے

معادِ جسمانی کی دوسری دلیل معادِ جسمانی کی دوسری دلیل کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ معادِ جسمانی کی حقیقت تخریب اور تعمیر ہے۔ یعنی موجودہ نظامِ دنیا کو درہم برہم کرنا یہ تخریب دنیا ہے۔ اور اس کے بدلے میں جہانِ آخرت کی تعمیر، یہ دونوں کام معادِ جسمانی کی حقیقت ہے۔ اور یہ دونوں کام فعلِ الٰہی ہے فعلِ انسانی نہیں اب اگر کوئی انسان اس کو دشوار سمجھے تو اپنی محدود اور ناقص قوت و قدرت کے پیشِ نظر اس کو دشوار سمجھے گا۔ لیکن خالقِ کائنات کی قدرت کے اعتبار سے اس میں کوئی دشواری نہیں۔ کیونکہ کسی کام کا آسان اور مشکل ہونا فاعل کے اعتبار سے ہے۔ مثلاً بیس من بوجھ اٹھانا چیونٹی کے لئے دشوار ہے۔ لیکن ہاتھی کے لئے آسان ہے۔ لیکن چیونٹی اور ہاتھی دونوں مخلوق ہونے اور حیوان ہونے میں برابر ہیں۔ لیکن خالق اور مخلوق میں تو کوئی برابری نہیں۔ تو اگر انسان مخلوق کے لئے دنیا کی تخریب و تعمیر دشوار ہو تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ خالقِ کائنات کی قدرت کے لحاظ سے بھی دشوار ہو۔ حالانکہ دنیا کی موجودہ عمارت اسی خالقِ کائنات کی بنائی ہوئی ہے۔ اور بگاڑنا بنانے سے آسان ہے تو اگر ہم انسان اور مخلوق ہونے کے باوجود جب کوئی بڑی سے بڑی عمارت بنا دیتے ہیں تو ہم اس کو گرا کر اس کی جگہ دوسری عمارت بنا دینے کی قدرت رکھتے ہیں۔ تو کیا خالقِ کائنات کو یہ قدرت نہیں کہ اپنی بنائی ہوئی عمارت دنیا درہم برہم کر کے اس کی جگہ آخرت کی عمارت کھڑی کر دے۔ یقیناً وہ ایسا کر سکتے ہیں اور یہی معادِ جسمانی اور قیامت ہے جس کی صحت و صداقت عقلاً ثابت ہو گئی۔

ثبوتِ قیامت اور معادِ جسمانی کی تیسری دلیل قیامت میں مجازاۃِ اعمال کے لئے انسان کو دوبارہ زندہ کرنا ہے۔ چونکہ خالقِ کائنات نے انسان کو پہلی مرتبہ زندگی عطا فرمائی جو مشاہدہ میں آتی ہے اور اس وقت انسان کا نام و نشان نہ تھا۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۝ (سورۃ الدھر آیت ۱)

الحنہ

انسان پر ابتدائی وجود سے قبل ایسا وقت آیا ہے کہ معدوم ہونے کی وجہ سے قابل ذکر بھی نہ تھا۔ اب دوبارہ زندہ کرنا عقلاً زیادہ قرین قیاس ہے۔ اگر ایک معمار پہلی مرتبہ ایک مکان بنا چکا ہو تو دوبارہ ویسا مکان یا اس سے بھی عمدہ مکان بنانا اس کے لئے کوئی دشوار نہیں ہوتا۔ اس کی طرف قرآن نے انسان کو توجہ دلائی ہے۔

كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ ۚ وَعْدًا عَلَيْنَا ۚ إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ۝ (سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۴)

ہم نے انسان کو پہلی بار بنایا۔ دوبارہ بھی ایسا ہی بنائیں گے۔ یہ ہمارا پختہ وعدہ ہے۔ ہم ضرور ایسا کریں گے۔

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَنْ يُحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ (یٰس ۷۸-۷۹)

انسان ہم پر مثال جھٹلاتا ہے کہ بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔ وہ اپنی پیدائش کو بھول گیا۔ کہہ وہ جس نے پہلی بار بنایا وہ دوبارہ زندہ کرے گا۔

بلکہ دوسری آیت میں ہے۔

وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ۚ

بلکہ دوبارہ پیدا کرنا پہلے کی نسبت آسان ہے

اس سے قیامت کا ہونا عقلی رنگ میں ثابت ہوا۔ یہ آسانی بھی قدرت انسان کے انداز پر ہے۔ ورنہ قادر مطلق کے لئے سب صورتیں یکساں آسان ہیں۔

وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ

اس کے لئے اعلیٰ کمال ہے

معاد کی چوتھی دلیل عام قانون ہے کہ اگر دو کام ایک ہی نوعیت کے ہوں تو اگر کوئی فاعل اسی نوعیت کا مشکل کام کر سکتا ہو تو آسان کام ضرور کر سکتا ہوگا۔ مثلاً ایک درزی جب کوٹ اور شیروانی سی سکتا ہے تو چادر سینا جو کوٹ اور شیروانی سے آسان ہے اس کو یقیناً سی سکتا ہوگا۔ کیونکہ دونوں ایک ہی نوعیت کی چیزیں ہیں۔ یعنی خیاطت کی قسم سے ہے۔ اسی طرح ڈیڑھ دو من، انسان کی نسبت آسمان وزمین کی تخلیق جو کروڑوں من کی مخلوق ہے جب خدا نے ان کی تخلیق کی ہے تو انسان جو چھوٹی مخلوق ہے اس کی دوبارہ تخلیق اس کے لئے کیا مشکل ہے۔ کہ دونوں کام ایک نوعیت کے ہیں۔ یعنی از قسم تخلیق جو مخلوق اکبر کی تخلیق کر سکتا ہے تو مخلوق اصغر کی تخلیق کیوں نہیں کر سکے گا۔ قرآن نے

ءَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ ۚ بَنَاهَا ۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّاهَا (النازعات ۲۸)

کیا تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا جس کو اللہ نے بنایا اور بہت بلند جگہ پر رکھا اس کو۔

یعنی آسمان عظیم کی تخلیق کی قدرت سے سمجھ لو کہ تم انسانوں کی دوبارہ تخلیق یقیناً خدا کی قدرت میں داخل ہے لہذا عقلاً انسان کی دوبارہ زندگی معقول ہے۔

مجازاۃ اعمال اور معاد کی پانچویں دلیل | کل کائنات جو انسان کے علاوہ ہے وہ انسان کی خدمت اور فائدہ رسانی کے لئے بنائی گئی ہے۔ وسخر لکم ما فی السمٰوٰت والارض اے انسان تمہارے کام اور خدمت میں اللہ نے لگا دیا۔ تمام آسمانی اور زمینی کائنات کو اور انسان کو اللہ نے اطاعت اور عبادت خداوندی کے لئے بنایا ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ہم نے جن اور انسان کو خدا کی عبادت کے لئے بنایا ہے۔ اور عبادت کا نتیجہ اس کے ثمرات ہیں۔ اب اگر قیامت یا دوبارہ زندگی اور مجازاۃ اعمال اور جنت و دوزخ کچھ نہیں تو عبادت کا نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اور جب عبادت بے نتیجہ اور لغو ثابت ہوئی تو انسان کی تخلیق بھی عبث اور لغو ثابت ہوئی۔ اور جب انسان کی تخلیق بھی عبث ہوئی تو پورے کارخانۂ کائنات کی تخلیق کا وجود بھی عبث ہوا۔ تو خالق کائنات کا پورا تخلیقی عمل عبث اور بیکار ثابت ہوا جو اس کی شان حکمت کے خلاف ہے۔ لہذا نتائج اعمال انسان کا ظہور بہ شکل قیامت و آخرت ضروری ہے کہ دنیا میں اس کا ظہور نہیں تاکہ خداوند تعالیٰ کا کل کارخانہ عمل عبث نہ ہونے پائے۔ اور کارخانۂ عالم میں اور انسان کی تخلیق میں جو اس کی حکمت ہے وہ ظہور پذیر ہو۔ جس سے عقلاً قیامت کا ثبوت ضروری ہوا۔

مجازاۃ اعمال اور قیامت کی چھٹی دلیل | قرآن نے ایحسب الانسان ان یترک سدی (کیا انسان گمان کرتا ہے کہ اس کو بے کار چھوڑے گا؟) میں اسی مضمون کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اسی طرح افحسبتم انما خلقنٰکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون (المومنون آیۃ ۱۱۴) کیا تم گمان کرتے ہو کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کیا ہے اور تم نتائج اعمال پانے کے لئے قیامت میں ہمارے پاس لوٹ کر نہ آؤ گے؟ دنیا میں نیک و بد ہر طرح کے انسان موجود ہیں۔ کوئی فیض رساں ہے کوئی ظالم، کوئی اللہ کا تابعدار اور کوئی اللہ سے باغی۔ کوئی عادل، کوئی مفسد۔ کوئی متقی اور کوئی فاجر۔ لہذا اللہ کے وصف عدل کے لئے جس پر اقوام عالم کا اتفاق ہے۔ یہ ضروری ہے کہ دونوں کے ساتھ سلوک اور خدا کا طرز عمل یکساں نہ ہو ورنہ اللہ کا عدل ظاہر نہ ہو گا۔ خود انسانی بادشاہ بھی اپنے وفادار اور باغی کے ساتھ برابر سلوک نہیں کرتا۔ وفادار کو انعام دیتا ہے اور باغی کو سزا اور اس کے خلاف کارروائی کو عدل و حکمت کے خلاف سمجھتا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیوی زندگی میں نیک و بد انسانوں کے ساتھ یکساں سلوک نظر آتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات باغی ظالم اور بد عمل انسان عیش اڑا رہے ہیں اور بہت سے خدا ترس عادل بے ضرر اور نیک افراد تنگی اور سختی میں مبتلا ہیں تو اگر اس زندگی کے بعد آخرت کی کوئی دوسری زندگی نہیں تو خالق کائنات کا نہ عدل ظاہر ہو گا نہ حکمت۔ اس لئے ضروری

یہ کہ اس زندگی کے بعد دوسری اخروی زندگی موجود ہو تاکہ اس میں عادل و باغی نیک اور بد انسانوں کے ساتھ ان کے اعمال کے مطابق سلوک ہو اور اللہ کی حکمت اور عدل نمایاں ہو سکے۔ وہی قیامت اور روز مجازاۃ اعمال ہے۔ جو عقلاً ضروری ثابت ہوا۔ قرآن نے اسی کی طرف آیت میں توجہ دلائی ہے۔

ام نجعل الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات کالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کالفجار	کیا اگر آخرت نہیں تو ہم اللہ پر یقین کرنے والوں اور نیکوں کاروں کو مفسدوں کے برابر رکھیں گے اور خدا ترسوں کے ساتھ بدکرداروں کی طرح سلوک کریں گے؟ ہرگز نہیں۔

قیامت اور مجازاۃ کی ساتویں دلیل: یہ ایک قانونی ضابطہ ہے کہ ہر مرکب چیز کے لئے بسائط اور مفردات کا ہونا ضروری ہے۔ مثلاً اگر اصلی مرکب ہو جیسے انسان جو چار عناصر پانی۔ مٹی۔ ہوا اور آگ سے مرکب ہے تو اس مرکب کے لئے خالص مفردات بھی موجود ہیں۔ مثلاً خالص پانی۔ خالص مٹی۔ خالص ہوا اور خالص آگ کہ یہی مفردات بدن انسان کے اندر جو پانی۔ مٹی۔ ہوا اور آگ موجود ہے۔ ان کا خزانہ اور مرکز ہے۔ اسی طرح مصنوعی مرکب مثلاً شربت شکنجبین ایک مرکب ہے جس کے اجزاء میں پانی۔ سرکہ اور چینی ہے۔ تو تینوں اجزاء خالص صورت میں شکنجبین سے باہر موجود ہیں۔ یہ قانون اور ضابطہ اعیان و اعراض، جواہر و صفات دونوں پر حاوی ہے مثلاً اگر کسی کپڑے میں ایسا رنگ ہو جو سیاہ اور سرخ رنگ سے مرکب ہو تو اس کپڑے سے باہر اس مرکب رنگ کے خالص مفردات موجود ہیں۔ یعنی خالص سیاہ رنگ اور خالص سرخ رنگ۔ اب ہم اس ضابطہ کے تحت دیکھتے ہیں کہ دنیا کی زندگی غم اور خوشی سے مرکب ہے۔ نہ خالص خوشی موجود ہے نہ خالص غم۔ بڑا خوش حال شخص بھی صرف خوشی سے بہرہ یاب نہیں بلکہ غم بھی اس کو لاحق ہے۔ کیونکہ وہ بوڑھا ہوتا ہے۔ بیمار ہوتا ہے مرتا ہے اس کے اقارب و احباب مرتے ہیں۔ مال اور اقتدار اور عزت میں فرق آتا ہے۔ یہ سب غم ہے اور بڑے سے بڑا مغموم تنگدست آدمی بھی کوئی نہ کوئی خوشی رکھتا ہے۔ ہوا میں سانس لیتا ہے۔ پانی پیتا ہے۔ روٹی کھاتا ہے۔ یہ سب خوشی ہے۔ اب انسانی حیات جو غم و خوشی کا ایک مرکب ہے اس مرکب کے ہر دو جز کے لئے خالص مفرد کا ہونا بھی ضروری ہے۔ کہ وہ اس مرکب کے اجزا کا مخزن ہو۔ یعنی ایک مرکز خالص غم کا ہونا ضروری ہے۔ جس میں خوشی نہ ہو اور ایک مرکز خوشی و مسرت کا ہونا ضروری ہے۔ جس میں غم کا نام و نشان نہ ہو یہ دو مرکز اس دنیا میں ناپید ہیں۔ بنابراں قیامت اور آخرت کا وجود ضروری ہے جس میں صرف دو مرکز ہوں ایک صرف غم کا یعنی دوزخ اور دوم صرف خوشی کا یعنی جنت تاکہ مخلوط مرکب کے لئے جو دنیاوی زندگی ہے خالص مفردات کا وجود متحقق ہو سکے۔ اس سے قیامت، دوزخ اور جنت کا ثبوت ثابت ہوا۔

قیامت اور مجازاۃ اعمال کی آٹھویں دلیل | انسانی افراد میں کچھ صالح ہیں اور کچھ مفسد اس لئے تمام انسانی افراد ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں قیمتی اور اعلیٰ اجزا بھی ہیں۔ اور خسیس اور کم درجے کے اجزا بھی ہیں جس طرح گندم کے پودے میں خوشے کے اندر جو گندم کے دانے ہیں وہ قیمتی ہیں۔ اور باقی گندم کا پودہ انسان کے کھانے کے لائق نہیں بلکہ مویشیوں کی خوراک ہے اس لئے گندم کے پودوں کو کھلیان میں روندنا پڑتا ہے تاکہ اعلیٰ اور ادنیٰ اجزا یعنی دانے اور بھوسہ الگ ہو جائے اور ہر ایک کو اس کے مناسب ٹھکانے پر پہنچا دیا۔ چنانچہ روندنے اور رگڑا رگڑے کے بعد ہوا کے ذریعہ بھوسہ اور غلہ کو الگ الگ کر کے بھوسہ مویشیوں کے معدہ میں اور غلہ انسان کے معدہ میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ اس طرح قیامت میں ابرار و فجار، اخیار و اشرار کا میدان حشر کے کھلیان میں اقتیاز ضروری ہے۔ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (یس آیت ۵۹) اے مجرمو نیک کاروں سے الگ ہو جاؤ۔ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا (النباء آیت ۱۷) نیک و بد انسانوں کی جدائی اور الگ الگ کرنے کے دن کی تاریخ مقرر ہے تاکہ اخیار اور صالح اجزا کو اس کے مناسب ٹھکانے یعنی جنت میں پہنچا دیا جائے گا کہ یہ اس کا فطری مقام ہے۔ اور اشرار کو ان کے ٹھکانے یعنی دوزخ میں پہنچایا جائے گا۔ کہ ان کا فطری مقام یہی ہے۔ جس سے نہ صرف ثابت ہوئی بلکہ جنت اور دوزخ کا بھی ثبوت ہوا۔ گویا جنت کو انسانی معدہ اور دوزخ کو حیوانی معدہ کی طرح سمجھو۔ اور ابرار و اشرار کو غلہ اور بھوسے کی طرح سمجھ لو۔

قیامت اور مجازاۃ کی نویں دلیل | انسان کی فطرت میں راحت خالصہ کی تڑپ اور مسرت کا ولولہ فطرۃً موجود ہے۔ اور ہر فرد انسانی کی یہ تمنا اور آرزو ہے کہ اس کو خوشی نصیب ہو۔ اور غم و الم سے محفوظ رہے۔ یہ تمنا تمام افراد اور سب اقوام کو ہے۔ کوئی فرد اور کوئی قوم ایسی نہیں جو اس تمنا اور خواہش سے خالی ہو جس سے معلوم ہوا کہ یہ انسان کی فطری تمنا ہے۔ جو فطرتِ انسانی کے لوازمات میں سے ہے۔ اب اس تمنا کا پورا ہونا ممکن ہوگا یا ناممکن۔ ناممکن تو ہو نہیں سکتا۔ کہ ناممکن امر کی خواہش پر تمام افراد انسانی متفق نہیں ہو سکتے۔ مثلاً انسان کے لئے اس دنیا میں سانس لئے بغیر زندہ رہنا ناممکن ہے۔ تو ایک انسان بھی ایسا دستیاب نہیں ہو سکتا کہ اس کی یہ تمنا ہو کہ وہ سانس کا محتاج نہ رہے۔ اور زندگی گذارے۔ اس لئے راحت خالصہ کی تمنا امر ممکن ہے۔ ورنہ اس کی خواہش پر تمام انسان کیوں متفق ہوتے۔ اب جب ممکن ہوئی تو اب یہ دیکھنا ہے کہ کیا یہ تمنا اس دنیا کی زندگی میں پوری ہو سکتی ہے؟ قطعاً پوری نہیں ہو سکتی۔ اب اگر دنیا کے سوا کوئی اور جہاں یا دَورِ زندگی ایسا نہ ہو جس میں یہ تمنا پوری ہو سکے۔ تو یہ خلاف فطرت اور خلاف عقل ہے کہ قدرت کی طرف سے ایک اعلیٰ فطری جذبے کی تکمیل کا کوئی انتظام نہ ہو۔ اور پھر بھی اسی جذبہ کو قدرت نے فطرتِ انسانی میں گاڑ دیا ہو۔ جس کے تمام دیگر فطری جذبات، خوراک۔ پینا۔ سانس لینا۔ نکاح کرنا سب کے لئے قدرت نے انتظام

بایا گیا ہے ۔ اس لئے تسلیم کرنا پڑے گا کہ جذبۂ راحت خالصہ اور غم سے نجات کا انتظام بھی اس نے کیا ہے
سن دنیا میں نہیں کسی اور دور زندگی ہیں ۔ دنیا میں ایسا انتظام ممکن نہیں ۔ زمین کا دائرہ تنگ ہے اور
یا عالم کون و فساد و تغیرات ہے ۔ اس میں ایک بادشاہ کے لئے بھی خالص خوشی اور غم سے نجات
ممکن ہے ۔ بادشاہ بوڑھا ہوتا ہے جو جوانی کی نسبت غم ہے اور ضرر ہے ۔ بیمار ہوتا ہے جو صحت
کی نسبت غم اور ضرر ہے ۔ دشمن کا خطرہ اور رعیت کی بغاوت کا اندیشہ بھی ہوتا ہے جو غم ہے اور سب سے
بڑھ کر خویش و اقارب اس کے مرتے ہیں ۔ جو غم ہیں ۔ اور مزید برآں خود بھی اس کو موت پیش آتی ہے جو تمام
ان سے بڑھ کر ہے ۔ یہ سب تغیرات اس دار الفناء کے لئے امور لازمہ ہیں ۔ اور اس جہان کی زندگی کے
لئے ضروری اجزا ہیں جو اس سے جدا نہیں ہو سکتے ۔ جیسے گرمی آگ سے جدا نہیں ہو سکتی ۔ دنیا تنگ ہے
موجودہ لوگ زندہ رہیں اور نئے بھی پیدا ہوں تو زمین میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہے گی ۔ اور نقل و حرکت اور
ان کے لئے زراعت کا نظام معطل ہو جائے گا ۔ اس لئے اس جہان کا ختم ہونا اور ایک وسیع جہان کا موجود
ہونا ضروری ہے ۔ تاکہ یہ فطری تمنا پوری ہو سکے ۔ اس جہانِ فانی کا ختم کرنا اور جہانِ بقا کو موجود کرنے کا نام
قیامت ہے ۔ جس میں ابدی اعمال کے بدلے اور جزا میں جنت کی زندگی نصیب ہو کر اس فطری تمنا انسان
کی تکمیل ہوگی ۔ کیونکہ جنت میں قرآنی بیان کے مطابق لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ (البقرہ ۲ آیت ۳۸)
کسی کو غم ہوگا اور نہ کسی ڈر کا اندیشہ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝
(حم سجدہ آیت ۳۱) تم کامل انسانوں کے لئے جنت میں وہ سب کچھ ملے گا جو تمہارا جی چاہے اور جس کو تم
طلب کرو گے ۔ وہاں جوانی ہوگی بڑھاپا نہ ہوگا ۔ صحت ہوگی مرض نہ ہوگا ۔ غنا ہوگا محتاجی نہ ہوگی ۔ زندگی ہوگی
موت نہ ہوگی ۔ جس سے آخرت قیامت اور جنت کا ثبوت عقلاً ثابت ہوا ۔ اور جب جنت مرکز مسرت
و خوش حالی موجود ہوگی تو جنت کی ضد دوزخ بھی خدا اور آخرت فراموشوں کے لئے ہوگی ۔ جس میں راحت
و آرام و نشاط نہ ہوگا ۔ اور مصائب و آلام کا مرکز دائمی ہوگا ۔ کیونکہ ضد کے ساتھ دوسری ضد نظام قدرت
و عادت کے تحت ضروری ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ جو قوم جنت کی قائل ہے وہ دوزخ کو بھی مانتی ہے ۔ سردی کے
مقابلے میں گرمی ۔ رات کی تاریکی کے مقابلے میں روشنی کا وجود ضروری ہے ۔ کہ یہ جنت و دوزخ اعمال دنیا کے
نتائج ہیں ۔ دنیا عالم اضداد تھی تو نتائج کا بھی متضاد ہونا لازمی ہے ۔ اعمال میں ایمان اور اس کے مقابلے میں
کفر ، طاعت کے مقابلے میں گناہ اور معصیت ۔ عدل کے مقابلے میں ظلم موجود ہوتا تھا جو باہم متضاد تھے
تو ان کے نتائج میں بھی بشکل دوزخ و جنت ، غم و خوشی کا تضاد ضروری ہے ۔

قیامت اور مجازاۃ اعمال کی دسویں دلیل | اصلاح بشری تمام اقوام عالم کو محبوب ہے کہ کوئی انسان

نہ خدا کا حق تلف کرے اور نہ انسانوں کا حق تلف کرے۔ تاکہ انسانی زندگی امن و اطمینان اور خوشحالی کے ساتھ گذرے۔ اس لئے مختلف اقوام نے بشری اصلاح کے لئے مختلف انتظامات ہر دور میں کئے ہیں۔ اور مختلف ادارے بنائے ہیں۔ لیکن اصلاح وجود میں نہ آئی۔ اصلاح کے عقلی اسباب تین ہیں

۱۔ تعلیم، قانون حکومت اور عقیدۂ مجازات اعمال۔

۱۔ پہلا سبب، یعنی تعلیم سے انسان نیک و بد سے واقف تو ہو جاتا ہے لیکن تعلیم انسان کو آمادہ عمل نہیں بنا سکتی۔ نیک اور بد جاننا اور چیز ہے۔ نیکی کرنا اور بدی چھوڑنا اور چیز ہے۔ تعلیم سے پہلی چیز حاصل ہوتی ہے دوسری نہیں۔

۲۔ دوسرا سبب قانون بھی اصلاح بشری کے سلسلے میں سو فیصدی کامیاب نہیں کیونکہ جرائم کا ارتکاب روح کرتی ہے اور جب تک روح میں پاکیزگی اور انقلاب پیدا نہ ہو تو جرائم بدستور صادر ہوتے رہیں گے۔ قانون مجرم کو سزا دلانے میں پوری طرح کامیاب نہیں۔

۱۔ ہر جگہ قانون کی حکومت نہیں ہوتی۔ آزاد علاقوں میں نہ قانون ہے نہ حکومت۔

۲۔ اگر کہیں حکومت اور قانون موجود ہو تو بسا اوقات مجرم جرائم کا ارتکاب ایسی جگہ اور ایسے وقت میں کرتا ہے کہ کوئی گواہ اور شاہد موجود نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں وہ قانونی سزا سے بچ جاتا ہے۔ اور اصلاح کا کام ناتمام ہی رہ جاتا ہے۔

۳۔ اگر گواہ موجود ہوں تو ایسے مواقع بھی پیش آجاتے ہیں کہ گواہ سچی گواہی دینے کے لئے آمادہ ہی نہیں ہوتا۔

۴۔ اگر کسی وقت شہادت کے لئے آمادہ بھی ہو جائے تو مدعا علیہ کی طرف سے ترغیب یا ترہیب، یعنی مالی لالچ یا ضرر رسانی کی دھمکی اس کو سچی شہادت سے روک دیتی ہے۔

۵۔ اگر سچی شہادت دینے کی نوبت آبھی جائے تو فریق مخالف کے وکیل گواہوں پر جرح کر کے گواہوں کو مشکوک بنا کر شہادت کو بے اثر کر دیتے ہیں جس سے مجرم سزا سے بچ جاتا ہے۔

۶۔ اگر بالفرض جرح کے بعد بھی شہادت درست ثابت ہوئی تو فیصلہ جج کے ہاتھ میں ہے۔ وہ غلطی بھی کر سکتا ہے۔ خاص کر جب روح میں تقویٰ نہ ہو۔ اور رشوت و سفارش کے تاثر سے متاثر بھی ہو سکتا ہے۔ جس سے مجرم سزا یابی سے بری ہو سکتا ہے۔

۷۔ اگر بالفرض سزا ہوئی بھی تو ضروری نہیں کہ وہ سزا جرم کی نوعیت کی سنگین اندازہ پر ہو۔

ان سب احتمالات کے ہوتے ہوئے قانون کس طرح جرائم کو روک سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قانون اور سزا اول کے باوجود جرائم اور قیدیوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

اسی لئے اصلاح بشری کا کام قلب وضمیر سے شروع کرنا ضروری ہے۔ تاکہ جرائم صادر نہ ہونے پائیں۔ اور صدور کی صورت میں اس کو ہر حال میں سزا دی جائے۔

اصلاح کی بنیاد قلب وضمیر میں عقیدہ مجازاۃ اعمال کی پختگی اور یقین قیامت ہے جس سے یہ تصور پیدا ہوتا ہے۔ کہ ہر جرم اور حق تلفی درحقیقت اپنی تباہی آخرت کا سامان کرنا ہے۔ اور چند روزہ فانی فوائد کے بدلے دوامی مصیبت میں مبتلا ہونا ہے۔ جو کسی عقلمند کا کام نہیں۔ یہی عقیدہ مجازاہ تھا جس نے ڈاکوؤں اور رہزنوں کو فرشتہ خصلت بنایا اور اسی عقیدے کی پختگی سے جن کے دل و دماغ روشن ہوئے۔ وہاں سے جرائم، ظلم اور حق تلفی کا نام ونشان مٹ گیا۔ اصلاح بشری کا یہی واحد مجرب نسخہ ہے جس نے تجربات اور مشاہدات کے ذریعے اپنے اصلاحی اثرات سے دنیا کو روشناس کیا ہے۔ اس لئے اصلاح بشری کے زاویہ نگاہ سے قیامت اور مجازاۃ اعمال کا وجود یقینی ہے۔ ورنہ اس یقین نہ ہونے کی صورت میں انسانیت اغراض اور مفادات اور جلب منفعت اور خواہش پرستی کا مجسمہ بن کر دنیا کو جہنم کدہ بنا دے گی۔ اور بنا چکی ہے۔

قیامت اور مجازات کی گیارھویں دلیل انسان کائنات کا قیمتی جز ہے۔ لیکن اس کی عمر اور حیات مختصر ہے۔ آسمان۔ زمین۔ پہاڑ طویل اور دراز مدت سے قائم ہیں۔ لیکن انسان کی زندگی ایک مختصر شعلہ ہے۔ جو موت کے ایک جھونکے سے بجھ جاتا ہے۔ حالاں کہ اگر کسی آدمی کے گھر ایک برتن مٹی کا ہو اور دوسرا سونے کا۔ تو سونے کا برتن دیرپا ہوگا۔ کہ کوئی مالک اپنے سے قیمتی چیز جلد جدا نہیں کرتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ انسان کی پوری زندگی یہی مختصر دنیوی زندگی نہیں بلکہ یہ انسان کی اس ابدی زندگی کی تمہید ہے جو اس کو جہان آخرت میں بعد از قیامت بطور جزا اعمال کے نصیب ہوگی۔ وان الدار الاخرۃ لھی الحیوان وہی اخروی زندگی انسان کی حقیقی زندگی ہے جس کو زوال نہیں اور جس کی عمر لامحدود ہے۔ تاکہ قیمتی انسان کی درازیٔ عمر وہ بحیثیت کائنات کی نسبت زیادہ ثابت ہو سکے۔ اور قیمتی اشیا کی درازیٔ عمر کا ضابطہ خسیس اشیاء کے مقابلے میں پورا ہو سکے۔

مجازاۃ وقیامت کی بارہویں دلیل جدید سائنس کے تحت ڈاکٹر فرائڈ لکھتا ہے:۔ جدید روشنی میں انسان کی شخصیت کا ظہور تین چیزوں سے ہوتا ہے

۱۔ نیت۔ ۲۔ قول۔ ۳۔ فعل۔

نیت انسانی نفس کے تحت شعور میں محفوظ ہے جب وہ کسی خیال کو بھولتا ہے اور پھر نیند میں دیکھتا ہے تو اس کو یاد آجاتا ہے۔ اور قول ہوائی تموجات میں محفوظ ہے۔ جو ریڈیائی نظام کے ذریعہ منتقل ہو سکتا ہے جس کی رفتار فی سیکنڈ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل ہے۔ تمام اقوال فضا میں محفوظ ہیں۔ لیکن وہ باہم مخلوط ہیں۔ تاہنوز آلہ امتیاز ایجاد نہیں ہوا۔ ممکن ہے کہ آئندہ ایجاد ہو سکے۔ برخلاف ریڈیائی نظام کے کہ وہ طول میں مختلف (باقی صفحہ ۲۲ پر)

افغانستان کے محاذ جنگ سے ایک رپورٹ

مولانا نیک بہادر خان افغانستانی فاضل دارالعلوم حقانیہ بنام مدیر الحق

افغانستان کے بیشتر علاقے نذر مجاہدین کے قبضے میں ان مفتوحہ علاقوں کی کیا صورت حال ہے۔ مجاہدین نظم ونسق سنبھالے ہوتے ہیں۔ لوگوں کے فیصلے کیسے کرائے جاتے ہیں اور مجاہدین کے ایمانی احساسات حوصلہ مندیوں کا کیا عالم ہے اور شہید ہونے والوں کا اللہ کی نظر میں کیا مقام ہے اور ان کی حیات جاودانی اور درجات کے کیسے کیسے کبھی کبھار ظہور ہو جاتا ہے۔ ان باتوں کا ہمارے ایک بہادر فاضل دارالعلوم حقانیہ کے اس مراسلے سے کچھ روشنی پڑتی ہے جو انہوں نے سادگی میں بغیر لحاظ ربط وترتیب کے مدیر الحق کے نام بھیجا ہے اور حتی الوسع مراسلہ کو اصل حال میں رکھ کر پیش کیا جا رہا ہے الحق

احقر امیر عمومی پکتیا مولوی ارسلا خان رحمانی و مولوی خلیل اللہ صاحب مورخہ ۱۶/۸/۱۰ میران شاہ سے وانا وزیرستان کے راستہ پیارگون کے علاقہ میں داخل ہوئے۔ وہاں سب سے پہلے لانجی خیل گاؤں علاقہ سروبی کو دیکھا کہ میٹرک سکول ویران پڑا ہے۔ اور انقلاب میں مجاہدین نے تباہ کر دیا تھا۔ اس کے مغربی حصہ میں پہاڑ کے دامن میں مجاہد فی سبیل اللہ فیض محمد ماموں صاحب کے جوار میں ایک بڑا قلعہ دیکھا جس کو افغان۔ مسلم علاقہ داری کہتے ہیں۔ وہاں پہلے تین سو سے زائد دشمن کی فوج مقیم تھی۔ اسے مجاہدین نے مسمار کر کے سارا سامان مال غنیمت میں شامل کر لیا۔ ہم نے اس علاقے سروبی اور انگور اڈہ میں تین دن قیام کیا۔ ہمارے امیر عمومی صاحب جو درحقیقت مجاہدین کی طرف سے صوبہ پکتیا کے گورنر ہیں، چاروں طرف سے لوگ جوق در جوق ملنے آ گئے۔ اور مناسب ہدایات و فرامین حاصل کرتے رہے۔ ایک مسئلہ ان کے سامنے یہ آیا کہ حزب اسلامی کے انجینئر گروپ سے تعلق رکھنے والے خالد نامی شخص نے آگے چارمران سے ملحق علاقہ میں مجاہدین کے راستہ میں پھاٹک لگایا ہے جس سے علاقہ کے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

امیر صاحب نے واقعات پر مبنی رپورٹ طلب کی۔ معلوم ہوا کہ بعض لوگ کارمل حکومت سے ساز و سامان لا کر مجاہدین میں مسلمانوں کے نام پر انتشار پیدا کرتے ہیں تو ہمارے امیر نے حکم دیا کہ آفندی گروپ کے ملک آغا محمد صاحب

کا پھاٹک منسوخ ہو گا۔ جو کہ سو پہ دار ناری پر ہے۔ ملک صاحب نے اس حکم کی تعمیل پر پھاٹک کو مجاہدین کی سڑک سے ہٹا دیا۔ دیگر پھاٹکوں کے بارہ میں ایک کمیٹی پانچ افراد پر مشتمل بنائی گئی۔ اور یہ کہ وہ کمیٹی علاقے کے موجود مسلمانوں کی ضروریات زندگی اور دیگر مسائل کی مفصل رپورٹ تیار کریں۔ تاکہ رسد وغیرہ کے سلسلہ میں بد دیانتی کرنے والوں کا بھی انسداد ہو سکے۔ اور لوگوں کو تکلیف بھی نہ ہو۔

محاذ جنگ میں انتظامی امور کے سلسلے میں یہ کارروائی کر کے ہم امیر عمومی کے مرکزی محاذ ۸۱/۸/۲۱ کو روانہ ہوئے تو حکومت کی سڑکیں تباہ ہو چکی تھیں۔ قلعہ ارگون میں دشمن کی پانچ ہزار فوج پناہ لئے ہوئے تھی۔ جسے امداد نہیں پہنچ سکتی تھی۔ ہیلی کاپٹروں کے ذریعہ قلعہ میں سامان گرایا جاتا تھا۔ مجاہدین مورچہ سنبھالے ہوئے ہیں اور ہیلی کاپٹر جہاز کے اترنے ہی اس پر حملہ کی تاک میں ہوتے ہیں۔

اس وسیع علاقے پر اور سڑکوں پہ مجاہدین کا مکمل کنٹرول ہے۔ یہ سڑک انگور اڈہ سے ما ذاتی وزیر پاسانی قوم خروٹی شاہ نوری تک جاتا ہے۔ دوسرا سڑک جنوب کی طرف میدانک وچار بران و قمرالدین اور مغرب کی طرف کٹواز وغزنی و وردگ ولوگر میدان وگردونواح کابل وغیرہ تک پہنچتا ہے۔ شمالاً سڑک تا ودا چینہ شملہ رانڑ وزڑوک و شامی کوٹ وزرمل سے ہوتا ہوا کٹواز کی طرف مڑ جاتا ہے۔ اور غزنی سے جا ملتا ہے۔

تو ان تمام اطراف اور گذرگاہوں پر مجاہدین کا کنٹرول تھا۔ لوگ آرام سے اپنے کاموں میں مشغول تھے۔ ان کے انتظامی و باہمی معاملات لڑائی جھگڑوں کے فیصلے مجاہدین کے سنٹروں میں ہوتے جس سے افغان بہت مطمئن ہیں۔ ہر سنٹر پر قاضی اور اس کا عملہ مصروف کار تھا۔ مقدمات فقہ حنفی سے فیصلے ہوتے تھے۔ جماعت امنیت (امن قائم کرنے والی پولیس) کے مجاہدین لمبے لمبے بال چھوڑے ہوئے دیہات اور صحراؤں میں گشت پر ہوتے ہیں۔

پھر ہم بس میں سوار ہو کر گاؤں لانجی خیل سے روانہ ہوئے۔ ہمراہ ہر دو امیران نماز عصر سے قبل موضع میدانک پہنچے وہاں اعلیٰ طریقے سے انہیں سرکاری سلامی دی گئی۔ پہاڑ اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھے۔ ۵ دن ہم نے وہاں قیام کیا امیر جہاد کی آمد سن کر جنوب کی طرف سے اسلان خیل غلجی وخروٹی قوموں نے آنا شروع کیا۔ صبح ۶ بجے سے رات ایک بجے تک ملاقاتوں اور مسائل کے حل اور نظم و انصرام کا سلسلہ چلتا رہا شہداء کی تعزیت ہوتی۔ مجاہدین کے جنگی منصوبے بنتے۔ اور احکامات صادر ہوتے۔ جو ڈیوٹی جس کی لگا دی گئی وہ بڑی خوشی سے اس پر لگ جاتا۔ اور یہ سب کام بغیر تنخواہ کے ہو رہا تھا۔

ایک دن قتل کا ایک کیس پیش ہوا۔ ایک صاحب نے اپنا عریضہ پیش کرتے ہوئے واقعات سنائے اور کہا کہ میں سرخ کوٹ کا باشندہ ہوں۔ میرا بھائی ملک غفار شہید تمہارے معاون امیر کے ساتھ شہید ہو گیا ہے اسی شہید بھائی کا بیٹا پنڈی سے آیا تھا۔ کہ میرے ایک چچازاد بھائی نے اسے ناجائز قتل کیا اور بدبخت نے اپنے گھر جا کر فوراً اپنی بیوی کو بھی قتل کر دیا اور

یہ مشہور کر دیا کہ میں نے اس شخص کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھنے کے جرم میں قتل کیا ہے۔
اس نے کہا کہ اگر قاتل سچا ہے تو گویا مقتول حدِ زنا میں قتل ہوا ہے۔ اور اگر مقتول بے گناہ ہے تو حکم شرعی نافذ ہو جائے میت ابھی تک دفن نہیں کیا گیا۔

امیر صاحب اس کیس کو سن کر افسردہ ہوئے اور مولانا عبد الباقی فاضل دارالعلوم حقانیہ کی سربراہی میں ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا اور چودہ افراد جماعت امنیت (امن پولیس) بھی ساتھ کر دیئے کہ موقع پر جا کر تحقیقات کریں۔ اور پہلے مرحلہ میں جلدی ہو کہ اگر مقتول بے گناہ ہے تو مرد اور عورت دونوں کو شہیدوں کی طرح بغیر غسل کے دفن کر دیا جائے اور احکام شہداء کے مطابق تجہیز و تکفین ہو سکے۔ اس کے بعد مکمل تحقیقاتی رپورٹ مرتب کی جائے۔ کہ مجرم کو قرار واقعی سزا دی جا سکے۔
جماعت امنیت نے جا کر قاتل کو گرفتار کیا۔ مقتولین بے گناہ ثابت ہوئے۔ اس مقدمہ پر نظر ثانی کی ہیر کے لئے "قاضی صاحب کو اختیارات دے کر ہم کٹواز روانہ ہوئے۔ ہمارے شمال میں سراؤزہ وغیرہ سے لوگ جوق در جوق آ کر ہدایات حاصل کرتے رہے۔ یہ لوگ معاشی طور پر آسودہ حال لگ رہے تھے۔ گندم کا فصل کٹ چکا تھا مکئی پک چکی تھی۔ اور مجاہدین کے مرکزوں کو عشر دیا جاتا تھا اور صدقات بھی جمع ہو رہے تھے۔ یہاں مسلح مجاہدین کا ایک اجتماع بھی ہوا اور امیر صاحب مولانا ارسلا خان سے خطاب کرنے کی درخواست کی گئی۔

امیر صاحب نے کہا کہ ہمارے کانوں میں کبھی مشرق اور کبھی مغرب کی طرف سے افغانستان کے مسئلے کے سیاسی حل (مثلاً ظاہر شاہ کی واپسی اور روس سے مفاہمت وغیرہ) کی آوازیں آتی رہتی ہیں۔ کیا تم مجاہدین سیاسی حل پر راضی ہو گے۔ کیا تم جنگ سے تھک گئے ہو؟ تو سب مجمع نے نعرۂ تکبیر کی گونج میں حلفاً اس عہد کو دہرایا کہ اب ہمارے اور روس کے درمیان فیصلہ صرف تلوار اور لڑائی سے ہو گا۔ یا تو ہم نیست و نابود ہو جائیں گے یا روسیوں کو ذلت آمیز شکست دے کر اس پاک ملک سے نکال دیں گے جس نے ہمارے بڑے بوڑھوں، عورتوں اور معصوم بچوں کو بمباری سے ہلاک و برباد کیا۔ اور بے شمار لوگوں کو زندہ درگور کیا گیا اب بھی ہم سیاسی حل پر راضی ہوں گے۔ اور کہا کہ ہم اپنے امراء کو حلف دیتے ہیں کہ ساری دنیا بھی اگر سیاسی حل پر متفق اور راضی ہو جائے۔ مگر ہمارا فیصلہ صرف تلوار ہے۔ اگر پشاور میں یا کسی سلامتی کونسل میں یہ سودا بازی کی گئی تو ہم برسر اقتدار آنے والے کے ساتھ جہاد کریں گے۔ مذہب کے خاتمے خلقیوں اور پرچمیوں کے مظالم کے تصفیہ اب سیاسی حل سے نہیں ہو گا۔ اس کا بدلہ اور عوض ہو گا اور اب ہمارا مطمح نظر سوویت یونین کی مسلم ریاستوں کی بازیابی اور آزاد کرانا ہو گا۔ پھر بغیر کسی شرط کے روسی افواج کی واپسی ہو گی۔ تیسری شرط یہ کہ واپسی کے بعد کارمل افواج خلقیوں اور مجاہدین کو آزاد چھوڑا جائے گا کہ وہ جیسے چاہیں ان سے نپٹ لیں انہیں تحفظ نہیں دی جائے گی اور اس کے علاوہ اقوام متحدہ کی افواج روسی سرحدات پر تعینات رہے گی۔ ان مجاہدین اور کارملی افواج میں جو غالب آ گیا فیصلہ اس کے حق میں کر دیا جائے۔ ایسے جذباتی اور ایمان افروز یک زبان باتوں پر امیر عمومی نے جھاپہ ماروں سے بیعت کیا۔

ظاہر شاہ معزول کی واپسی پر کیا تم راضی ہو؟ اس سوال کے جواب میں انکار کی آوازیں بلند ہوئیں۔ کہ بڑے مجرم کی سزا قتل قتل قتل ہے۔ وہ مال و دولت افغانستان سے لوٹ کر لے گیا ہے۔ اس دولت کی واپسی ہوگی۔ اور کابل کی پل خشتی کی مسجد میں اس پر اور اس کے اہل و عیال پر مقدمہ چلایا جائے گا۔ اس کے زمانے میں ہم لوگ مطالبہ کرتے رہے کہ ترکئی اور کارمل قسم کے لوگوں اور ان کی پارٹیوں کو ختم کر دو۔ ان سے آپ کو اور ہمارے دین کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ یہ خلقی کابل شہر میں خدا مردہ باد (العیاذ باللہ) قسم کے نعرے لگاتے رہے مگر ظاہر شاہ اندھا اور بہرہ بنا رہا۔ اور الٹا اسلامی درد سے سرشار لوگوں قتل و بند کا شکار بنتا رہا۔ آج یہ ساری لعنت اسی کی پیدا کردہ ہے۔ اب جو بھی افغانستان میں اس کا حامی بنے گا اس کے ساتھ روسیوں جیسا معاملہ کیا جائے گا۔ کیا مجاہدین افغانستان کے اسلامی ریاست قائم کرنے کے تمام قربانیوں کا سارا میدان ظاہر شاہ کے حوالے کر دیا جائے جو قاتل اسلام ہے۔ اب ہمارا ہدف آزادی اور صرف اسلام ہی اسلام ہے۔ یہاں مقاصد میں ہمارے ساتھ ہو وہ افغانستان میں زندہ رہ سکتا ہے۔ ورنہ روسیوں اور نعرہ ساز مسلمانوں کا مقبرہ اسی پندرھویں صدی ہجری میں انشاءاللہ افغانستان میں بنے گا۔ جیسے ہم نے عملاً ثابت کر دکھایا ہے۔ اور سورج کی طرح یہ حقیقت دنیا پر انشاءاللہ عیاں کر دیں گے۔ اب مسلمانوں نے اس گئے گذرے دور میں جہاد کے لئے تلوار نیام سے نکال دی ہے جس طرح قیصر و کسریٰ کا زوال اسلام کے صدر اول میں ہوا اس صدی ہجری میں عصر حاضر کا قیصر و کسریٰ مسلمانوں کے ہاتھوں انشاءاللہ مٹا دیا جائے گا۔

ہمارا اس پر یقین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ یہ اس عظیم جلسہ کے مقررین و حاضرین کے متفقہ احساسات اور دلوں کی آواز تھی۔ ان لوگوں نے امیر صاحب سے اپیل کی کہ ان احساسات کو ساری دنیا اور افغانستان کے تمام لیڈروں تک۔ خون میں لت پت شہدا اور زخمیوں کی طرف سے پہنچا دیا جائے۔ ہمارا ناصر صرف خدا ہے پاک ہے ہم افغانستان میں فقط اسلامی حکومت تسلیم کریں گے۔ جو فاتحین کے ہاتھ میں ہو نہ کوئی ملی حکومت مانتے ہیں نہ ہی سیاسی قسم کی۔

آگے چل کر ہم ملا فرید صاحب کے محاذ میں پہنچ گئے۔ تو وہاں بھی بہت اعلیٰ سلامی دی گئی۔ وہاں ہم نے قیام کیا زرنی خیل، سپینہ شواگہ، کٹواز، مشلگر، غزنی سے مجاہدین اور امن و امان قائم کرنے والے لوگوں کا تانتا لگا رہا۔ وہ آکر پہلے تو مشین گنوں، بندوقوں کے فائرنگ سے اپنے امیر کا خیر مقدم کرتے۔ اور پھر اپنے معروضات پیش کرتے اس سارے علاقے میں ہمیں دشمن کے ہوائی حملہ کا خطرہ تک محسوس نہ ہوتا نہ اس کی کسی طاقت کا مظاہرہ اس جگہ ہم نے دیکھا۔ حالانکہ ایک دلیر چھاپہ مار امیر عمومی اس کی سرزمین پر پھر رہا تھا۔ یہاں علاقہ کے مسائل کے لئے ایک با اختیار کمیٹی قائم کرنے کا فیصلہ ہوا۔ جس میں ہر پارٹی اور حزب سے ایک ایک دانشور مجاہد شریک ہوگا جو علم جہاد اور تجربات جیسی صفتوں کا حامل ہو۔ اس پر سارے صوبہ پکتیا کے لوگ خوش ہوتے۔ کیونکہ سابقہ حکومت ختم تھی۔ اور نظم و ضبط کے لئے ایسی کارروائی

ضروری تھی۔ پھر ہم نے کٹواز اور رشلہ غزنی کا تفصیلی دورہ کیا۔ واپسی پر ہم نے مرکزی مرکز مجاہدین پکتیا ہیڈ انک میں، مجاہدین کا ارگون پر حملہ کرنے کی ترتیب کو آنکھوں سے دیکھا توپوں کی تیاری اور انہیں پہاڑ پر پہنچانا سخت کام تھا۔ واپسی میں ہم خلقیوں کے ایک سرغنہ ایجنٹ تگاڑ کے گاؤں آئے جسے مجاہدین نے تہس نہس کر دیا تھا۔ اس نے ہیلی کاپٹر کے لئے ہوائی میدان بنا رکھا تھا۔ یہاں دشمن کے جہاز اسلحہ بھر بھر کر لاتے۔ اور یہ اسلحہ وزیرستان میں اپنے ایجنٹوں میں تقسیم کرایا جاتا۔ ایک ایک آدمی کو ایک روسی بندوق اور چھ سو کارتوس اور تین ہزار افغانی روپیہ تنخواہ دیتے۔ اس سے افغانستانی مجاہدین کو ہر وقت خطرات لاحق رہتے۔ انہی راہوں پر مجاہدین کی ساری رسد اور آمد و رفت جاری تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہد اعظم مولانا جان حقانی فاضل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک وزیرستانی کو توفیق دی جس نے اپنی جماعت علماء و طلباء کے ساتھ اسی گاؤں پر حملہ کیا۔ اور راکٹوں سے اسے جلا دیا۔ (جس کی تفصیل الحق میں آچکی ہے) پشتونستان کے نام پر دشمن کے اس قائم کردہ محاذ کے بارہ سو افراد کو مار بھگایا۔ اور سارا اسلحہ و کارتوس مجاہدین کے ہاتھ آیا۔ اس سارے ویران شدہ گاؤں کا معائنہ کیا۔

ایک شہید طالب علم کی زندہ کرامت | میرے محترم واجب القدر استاد۔ ایک عجیب واقعہ پر خط ختم کرتا ہوں۔ اس واقعہ کے کچھ حصے میں نے بچشم خود دیکھے۔ کچھ دوسروں سے متواتر سنے۔ جن میں مرد و عورت بے شمار افراد شامل ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک طالب علم مولوی محمد شریف شہید زرمت کے باشندہ تھے۔ اپنے والد نے بطیب خاطر اسے لڑائی میں شرکت کی اجازت نہ دی۔ یہ مصر تھے مگر والد اجازت نہیں دے رہے تھے۔ بالآخر بلا اجازت والد موضع شاہ توری علاقہ ارگون آپہنچے۔ اور معاون عبدالحمید صاحب حرکت انقلاب اسلامی کے زیر کمان ایک دوست کے ہمراہ ارگون کے جہاد میں شریک ہوئے۔ لڑائی نے شدت اختیار کی تو چاروں طرف سے مسلمان ارسلا خان امیر صاحب کے اس معاون کی امداد کے لئے آپہنچے۔ یہ شہید طالب بڑی بے جگری اور بہادری سے دشمن کا مقابلہ کرتے رہے۔ مگر بالآخر کلاشنکوف کی گولیاں دل پر لگیں اور شہید ہو گئے۔

برف باری کا آخری موسم تھا یہ شہید ہو کر اپنے مورچے میں دو دن تک پڑے رہے تیسرے دن لاش مبارک مرکز لے جائی گئی۔ اور وہاں دفن کئے گئے۔ ان کا دوسرا مجاہد دوست زرمت چلا گیا اور والدین کو اطلاع دی۔ ساعت میں بعد مرکز ہیڈ انک کو واپس آیا۔ اور امیر مجاہدین حرکت سے عرض کیا کہ شہید طالب علم کا بوڑھا والد گاؤں سے آزردہ آیا ہے۔ اور اس کا اصرار ہے کہ میرے شہید طالب علم بیٹے کو نکال کر واپس لے جائے۔ بڑی رد و قدح کے بعد آخر فیصلہ لاش نکال کر بھیج دینے کا ہوا۔ جب قبر کھولا گیا تو یہ شہید بہت خوبصورت اور تر و تازہ تھا۔ اور زخمی ہاتھ دل پہ پڑا ہوا تھا۔ معاون عبدالحمید صاحب نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے اس کا ہاتھ سات دفعہ سے زیادہ دل سے ہٹا کر سیدھا کیا۔ مگر چشم زدن میں وہ دوبارہ ہاتھ دل پہ رکھ دیتا۔ ہم نے ایسے ہی رہنے دیا۔ اور مجاہدین کے ساتھ باپ کے

لاش بھیج دی۔ لاش گاؤں پہنچی۔ بوڑھا باپ لاش کے سرہانے کھڑا ہوا اور سب گاؤں والے شہید کو دیکھ کر رو رہے تھے۔ کہ اچانک شہید کے غمزدہ باپ نے چیخ کر بیٹے کو مخاطب کیا کہ:

"اے میرے لخت جگر کہ اگر تم حق کے لئے اچھے عقیدے کے ساتھ شہید ہو چکے ہو اور تم سے خدا راضی ہوا ہو تو اب مرنے کے بعد مجھ سے مصافحہ کرو گے اور میں اپنا حق بخش دوں گا۔ ورنہ میں اپنا حق نہیں بخشتا۔ نہ بلا اجازت جانے کو معاف کروں گا۔ کہ بوڑھے باپ کے بغیر خراب عقیدوں کے لئے جنگ میں کیوں شریک ہوئے"۔

مجاہدین اور سینکڑوں لوگ اردگرد جمع دیکھ رہے تھے۔ کہ باپ کے جملوں کے ختم ہونے کے ساتھ شہید نے اپنا ہاتھ زخمی دل سے اٹھایا اور اپنے باپ کے ساتھ مصافحہ کی غرض سے بڑھا کر ملا دیا۔ اور اسے مضبوطی سے تھام لیا۔ پھر ہاتھ چھوڑ کر دوبارہ اپنے دل پر رکھ دیا۔ باپ نے اس کے بعد باآواز بلند اپنا حق بخش دیا۔

یہ واقعہ علاقہ کے ایک ہزار سے زیادہ آدمی بوڑھے بچے بیان کر رہے ہیں۔ اور بیس ہزار کی آبادی اس پر گواہ تھی اس کا دوبارہ کھولا گیا قبر بھی میں نے جاکر دیکھا ہم نے فاتحہ بھی پڑھا۔ اور اس کھولے گئے قبر کو مجاہدین آکر دیکھتے اور مزید جذبۂ ایمانی کے ساتھ خداوند متعال کی خوشیاں حاصل کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔

محترم یہ واقعہ تھا جیسے کچھ سنا کچھ دیکھا۔ رپورٹ ارسال خدمت ہے حزب اسلامی خالص گروپ اور حرکت انقلاب اسلامی کو آپ کے پیغام پہنچے ہیں اور رپورٹیں بھیجی جائیں گی۔ ۸۱/۱۰/۳

بقیہ از صفحہ ۲۱ - **عقیدۂ قیامت**

لائنوں پر سوئی منطبق کر دینے سے مختلف جگہوں سے آوازوں کو منتقل کرتا ہے۔ اور اختلاط نہیں ہوتا کیونکہ ہوائی لہروں طول میں جدا ہیں۔ اسی طرح ہر فعل فضا میں ایک حرارت چھوڑ جاتا ہے۔ جو قریب زمانہ میں جدید علم میں معلوم ہو سکتا ہے۔ لیکن دراز زمانہ گذرنے کے بعد ایسا آلہ اس وقت نہیں کہ ان افعال کو فضا سے لیا جا سکے ممکن ہے کہ مستقبل میں ایسا ہو سکے۔ اس سے آخرت کا وجود درست ثابت ہوتا ہے جس میں نیت قول اور فعل پر محفوظ ہیں ان کے نتائج مرتب ہو سکیں۔ اس کے علاوہ ماہرین ارضیات کی تحقیق کے مطابق بطن زمین میں تیرہ سو درجہ گرمی موجود ہے۔ حالاں کہ پانی ابالنے کے لئے سو درجہ گرمی کافی ہے۔ اس کے علاوہ سالانہ زمین سے ہزاروں زلزلے پیدا ہوتے ہیں بعض محسوس بعض نامحسوس۔ یہ بھی اس اندرون زمین کی گرمی سے پیدا ہوتے ہیں۔ سمندروں کا کھارا پن وغیرہ یہ سب اس امر کی دلیل ہے کہ جہنم زمین اور سمندر کے نیچے ہیں اور یہ سب جہنمی اثرات ہیں۔

از حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ قاسمی
مہتمم دارالعلوم دیوبند

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب اکوڑوی

پچھلے سال دارالعلوم دیوبند کا عظیم الشان صد سالہ جشن انمٹ اثرات اور نقوش چھوڑ کر بڑے تزک و احتشام سے منعقد ہوا۔ اس اجتماع کی یادگار میں حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند "ارمغان اجلاس صد سالہ" کے نام سے ستر صفحات پر مشتمل ایک نظم لکھی جو اسی نام سے شائع ہو گئی ہے۔

"اس نظم میں دارالعلوم دیوبند کو مخاطب بنا کر اس کی خصوصی برکات اس کے مشاہیر سلف و خلف میں سے اسّی شخصیتوں کی خصوصیات اس کی مروجہ درسی غیر درسی کتب میں سے ایک سو چھ کتابوں کے اسماء و صفات اس کے مسلک اعتدال کے امتیازات اس کے اجلاس صد سالہ کے حالات اور غیر معمولی انتظامات اس کے عالمگیر اور دور رس اثرات اس کے ذمہ دار منتظمین کے اسماء اور خدمات ان کے حق میں ادعیہ و ترحیبات اس کے معاونین کے حق میں تہنیات دارالعلوم کے حق میں دعا و تبریکات اور اس کی ترقیات کی تمنیات اور مہمانوں کے حق میں نیک خواہشات وغیرہ پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے"
چند اہم شخصیات کے ضمن میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے بارہ میں آپ کے رشحات فکر یہ ہیں:۔

مولانا عبدالحق اکوڑوی۔ شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ
اکوڑہ خٹک و سابق مدرس دارالعلوم دیوبند

ازاں ہم عبدِ حق یک شیخ حاذق ۳۹ — بدار العلم بود استاد سابق
بعلم حق ز حق آراستہ شد — با اخلاقِ کرم پیراستہ شد
اکوڑہ شد بہ پاکستاں منور — بہر لمحہ برائش علم یاور
چو نورش صورتِ محسوس بربست — ہموں دار العلوم حقانیہ گشت

(ارمغان اجلاس صد سالہ ص ۳۷)

قسط ۲

جناب ڈاکٹر محمد حنیف صاحب پی ایچ ڈی
پشاور یونیورسٹی

خوشحال خان خٹک کا خاندان اور سلوک و طریقت

حضرت بابا جمیل بیگ رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح ایک مرتبہ جب اس زمانہ کے مشہور بزرگ حضرت اخوند لنڈی (متوفی ۱۱۱۳ھ مطابق ۱۷۰۱ء) کے پاس مناظرہ کے لئے پیش کیے گئے تو " قدر زر زرگر شناسد قدر جوہر جوہری " کے مصداق اخوند موصوف نے بھی جناب فقیر بابا کی بہت خاطر مدارات کی۔ نہایت عزت واحترام کے ساتھ پیش آئے اور آپ کے بیٹوں کو منع کیا کہ اس کے ساتھ تم کوئی تعرض نہ کرو۔[۱]

رفتہ رفتہ جب یہ حالت زائل ہوگئی اور سکون وقرار پیدا ہوا تو خلوت وتنہائی میں ذکر وفکر کا آغاز کیا۔ اپنے حجرہ واقع چشمئی میں عبادت وریاضت میں مصروف رہتے۔ کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ مسجد میں اذان ہوتی تو حجرہ سے باہر نکل آتے۔ جب کوئی دوسرا امام موجود نہ ہوتا تو آپ خود نماز پڑھاتے۔ اور فرض کی ادائیگی کے بعد واپس گوشۂ تنہائی میں تشریف لے جاتے۔ دعوت وتبلیغ کا سلسلہ بھی ساتھ جاری رہتا اور وقتاً فوقتاً خلوت سے نکل کر اپنے مریدین کے ہمراہ دیہات میں جاتے اور امر بالمعروف کا فریضہ انجام دیتے۔[۲]

اولیاء وصلحاء سے عقیدت: آپ اولیاء وصلحاء سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ مشائخ طریقت اور صوفیائے کرام کے اقوال وملفوظات کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

چوں از قرآن واحادیث گذشتے ہیچ سخن بالائے
مشائخ طریقت نیست رحمہم اللہ تعالیٰ کہ سخن ایشان نتیجہ
کار وحال است نہ ثمرہ حفظ وقال از عیان است نہ
از بیان و از اسرار است نہ از تکرار و از علم لدنی است

قرآن وحدیث کے علاوہ مشائخ طریقت کی باتوں سے
بہتر کلام دوسرا نہیں ہے۔ کیونکہ ان کی بات کام اور
حال کا نتیجہ ہے نہ کہ حفظ وقال کا ثمرہ۔ او رعیان سے
تعلق رکھتی ہے نہ کہ بیان سے۔ اور اسرار میں سے ہے

۱۔ مناقب فقیر منقبت صہ ۱۵۸ ۔ ۱۹۵ ؛ تاریخ مرصع صہ ۲۰۳ ۲۔ تاریخ مرصع صہ ۵۹۸

نہ از علم کسبی و از جوشیدن است نہ از کوشیدن
و از علم "ادبنی ربی" است۔ نہ از زمرہ "علمنی ربی"
ایشاں ورثہ انبیاء اند صلوات اللہ علیہم اجمعین [1]

نہ کہ تکرار میں سے اور علم لدنی سے ہوتی ہے نہ کہ علم
کسبی سے اور جذبہ سے اس کا تعلق ہے نہ کہ
کوشش سے اور علم "ادبنی ربی" کے ساتھ اس کا تعلق
ہے۔ نہ کہ زمرہ "علمنی ربی" کے ساتھ۔ یہ لوگ انبیاءؑ
کے وارث ہیں۔ صلوات اللہ علیہم اجمعین

اولیاء اللہ اور اولیاء الشیطان کے درمیان خط امتیاز کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

اولیا آنست کہ موافق شرع باشند و عمل
ایشاں بہ آیات اللہ و کلام اللہ و حدیث پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم و علم فقہ و بقول اماماں باشد و آں طائفہا کہ
غیر شرع باشند ازاں طائفہا دور باشید ہوالرجیم [2]

اولیاء وہ ہوتے ہیں جو شریعت کے موافق ہوں اور
ان کا عمل کتاب اللہ، حدیث نبویؐ، علم فقہ اور ائمہ کرام
کے اقوال پر ہوتا ہے اور وہ گروہ جو شریعت کے خلاف
ہیں ان سے دور رہیے۔ وہی ملعون ہیں۔

نفس پرست، نام نہاد پیروں کے عقائد باطلہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

ہر کہ بگوید کہ بے پیر بہ خدائے تعالیٰ راہ نیست
ایں از مذہب رافضی است زیرا کہ بے پیروی محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن مجید و شریعت
شریف محمد صلعم بہ خدائے تعالیٰ راہ نیست و طلب
پیر فرض و واجب و سنت نیست بلکہ مستحب است
حکم خدائے تعالیٰ فرض است و حکم محمد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم سنت است و حکم جمیع اولیاء اللہ و
اماماںؒ صدیق رضی اللہ عنہ وتا ایں زمانہ کہ اولیا باشند
مستحب است۔ رحمہم اللہ علیہم اجمعین [3]

جو یہ کہے کہ پیر کے بغیر اللہ تعالیٰ تک رسائی نہیں ہو سکتی
تو یہ رافضی مذہب ہے اس لئے کہ محمد صلی اللہ علیہ و
سلم و قرآن مجید اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم
کے اتباع کے بغیر اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا کوئی دوسرا
راستہ نہیں ہے اور پیر کی طلب فرض، واجب اور
سنت نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم فرض
ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سنت ہے۔ اور
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک تمام اولیاء اور
یہاں تک کہ اس وقت تک جتنے اولیاء ہیں ان کا حکم
بجالانا مستحب ہے۔ رحمہم اللہ علیہم اجمعین

آپ ایک بیباک اور حق گو عالم تھے۔ اہل باطل کے ساتھ نرمی اور مصلحت کوشی کے قطعاً روادار نہ تھے۔
جو لوگ دنیاوی عزت و لالچ کی خاطر حیلہ حوالہ اور حق پوشی سے کام لیتے تھے۔ آپ نے انہیں دنیا پرست اور خود

---

[1] دل تذکرۃ الاولیاء قلمی از حضرت فقیر جمیل ملک [2] نور محمدیہ قلمی از فقیر جمیل صہ ۱۹۴ [3] ایضاً صہ ۱۹۳

غرض لوگوں کی انتہائی سخت الفاظ میں مذمت کی ہے۔

توبہ اور تقوای کے بارے میں آپ کا مسلک آپ مریدوں اور سالکوں کے لئے توبہ راہ سلوک کا پہلا قدم سمجھتے تھے۔ اس کی اہمیت و ضرورت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

بدانکہ توبہ و بازگشتن بحق تعالیٰ اول قدم مریدان و بدایت راہ سالکان است و ہیچ آدمی را ازیں چارہ نیست چہ پاک بودن از گناہ از اول آفرینش تا آخر کار فرشتگان است و مستغرق بودن مخالفت و معصیت بارہ طاعت بحکم توبت و ندامت کار آدم و آدمیان است ہر کہ بہ توبہ تقصیر گذشتہ را تدارک کرد نسب خویش بہ آدم درست کرد و ہر کہ بر معصیت تا آخر عمر اصرار کرد نسب خویش با شیطان دوست کرد[1]

جان لو کہ توبہ اور رجوع الی اللہ مریدین کا پہلا قدم اور سالکین کی ابتداء ہے اور اس سے کسی کو مخلص نہیں اس لئے کہ ابتدائے آفرینش سے آخر تک پاک رہنا فرشتوں کا کام ہے۔ اور حکم شرعی کی مخالفت اور نافرمانی میں مستغرق ہونا ساتھ حکم کی اطاعت کے اور توبہ اور ندامت کے آدم اور بنی آدم کا طریقہ ہے جس نے توبہ کے ذریعے اپنی گذشتہ نافرمانی کی تلافی کی تو اس نے اپنے سلسلۂ نسب کو حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ استوار کیا۔ اور جس نے نافرمانی پر آخر عمر تک اصرار و دوام کیا تو اس نے اپنے نسب کو شیطان کے ساتھ ملا دیا۔

تقوای کے بارے میں اپنے مسلک کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

تقوای بر سہ نوع است۔ اول تقوای شریعت دوم تقوای طریقت و سوم تقوای حقیقت۔ تقوای شریعت آنست کہ از معصیت بپرہیز و تقوای طریقت آنست کہ از غفلت پرہیز و تقوای حقیقت آنست کہ ماسوی اللہ پرہیزد۔[2]

تقوای کی تین قسمیں ہیں پہلی قسم تقوای شریعت دوسری قسم تقوای طریقت اور تیسری قسم تقوای حقیقت شریعت کا تقوای یہ ہے کہ (آدمی) گناہ سے پرہیز کرے طریقت کا تقوای یہ ہے کہ غفلت سے پرہیز کرے اور حقیقت کا تقوای یہ ہے کہ ماسوی اللہ سے پرہیز کرے

اخلاق و عادات

۱۔ سخاوت و فیاضی آپ نہایت فیاض اور دریا دل انسان تھے آپ کے حصہ کی جائیداد سے جو آمدنی آتی تھی۔ گھر کی بنیادی اخراجات منہا کر کے باقی تمام رقم فقراء و مساکین پر صرف کرتے تھے۔ اور رفاہی کاموں اور اہلِ احتیاج کی حاجت برآری میں کافی دلچسپی لیتے تھے[3]

---

[1] تذکرۃ الاولیاء قلمی ص ۸۰۴ [2] نور محمدیہ ص ۲۹۳ [3] تاریخ مرصع ص ۵۹۸

ب۔ سادگی اور تواضع آپ نہایت متواضع، سادگی پسند اور منکسر المزاج بزرگ تھے۔ عیش و تنعم کی زندگی سے محترز رہتے۔ جو کی روٹی پر گذارہ کرتے۔ ہمیشہ کھدر کا عمامہ، ایک پرانا کمبل اور پرانے جوتے استعمال کرتے۔ اکثر پیوند لگا ہوا کھدر کا نہایت سادہ لباس زیب تن فرماتے[1]

کشوف و کرامات آپ صاحب کرامت ولی اللہ اور مستجاب الدعا بزرگ تھے۔ میاں شمس الدین مرحوم نے اپنی کتاب "مناقب فقیر" افضل خان نے تاریخ مرصع، مولوی میر احمد شاہ پشاوری نے تحفۃ الاولیا اور سید عبداللہ شاہ نے "مجمع البرکات" میں آپ کے کشف و کرامت کے بہت سے دلچسپ واقعات قلم بند کئے ہیں۔ لہذا تفصیلات معلوم کرنے کے لئے مذکورہ بالا کتب کی طرف رجوع کیا جائے۔

تصنیفات و تالیفات حضرت فقیر صاحب نے عبادت و ریاضت اور ذکر و فکر کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کے میدان میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ آپ کی جو تالیفات دستیاب ہوسکی ہیں ان کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے۔

۱۔ **نور محمدیہ** یہ کتاب دراصل چند رسائل کا مجموعہ ہے۔ فارسی میں لکھی گئی ہے۔ تقریباً ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب عالمانہ انداز میں لکھی گئی ہے۔ اور آپ کے تبحر علمی اور وسعت مطالعہ پہ ایک روشن دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

آغاز کتاب یوں ہے:۔

رب یسر بسم اللہ الرحمن الرحیم وتمم بالخیر

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ اجمعین

حمد بے حد و شکر و سپاس آفریدگار جہان را بعدد ستارگان و ریگ بیابان و قطرہ ہائے باران و درود و صلوٰۃ و تحیات بے عدد بر جان پاک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ و اصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین[2]

کتاب کا نام اور سبب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

کاتب این کتاب مجموعہ را فقیر جمیل نوشتہ است از برائے خود و از برائے ہمہ مومنان مردان و زنان و تا ہر کہ این کتاب را خواند و عمل کند ایمان و اعتقاد او و عمل او در ہر دو جہان سلامت باشند و در حفظ و امان خدائے تعالیٰ باشد۔ واللہ اعلم بالصواب و اسم این کتاب مجموعہ نہادہ شد۔

"نور محمدیہ و سیف اسلام و ظفر مومنان اہلسنت و جماعت"[3]

کتاب کے مباحث حسب ذیل ہیں:

---

[1] تاریخ مرصع ص ۵۹۸ [2] نور محمدیہ ص ۱۵۱ [3] ایضاً ص ۱۵۲

بیان شناختن باری تعالیٰ	بیان صفت رسول اللہ	بیان ثواب تسمیہ گفتن
بیان فضیلت اخلاص	صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	بیان فضیلت اسماء خدائے تعالیٰ
بیان کلمہ طیبہ	بیان فضیلت درود	بیان فضیلت تلاوت قرآن مجید
بیان حق ہمسایہ	بیان عقوبت تارک الصلوٰۃ	بیان آزردن پدر و مادر
بیان عالم عامل	بیان عالم مومن	بیان عقوبت غیبت
بیان عقوبت خمر خوران	بیان توبہ	بیان فضیلت حلال
بیان ذکر و ثواب ذکر	بیان فرقہائے مختلفہ	بیان روافض
بیان عذاب حرام	بیان ملت اسلام	بیان الفاظ کفر
بیان علم	بیان عالم بے عمل	بیان عالم منافق

کتاب کے آخر میں یہ عبارت درج ہے۔

تمت تمام شد کتاب نور محمدیہ از تصنیفات قطب الاقطاب مولانا فقیر جمیل بیگ قدس اللہ سرہ العزیز بہ اتمام انجامید بہ تخط فقیر حقیر پر تقصیر ولی محمد پسر غلام محمد مرحوم عفر اللہ یکے از نواسہ خوشحال بیگ و جمیل بیگ رحمہم اللہ اجمعین آمین یارب العالمین بوقت چاشت بتاریخ غرہ ربیع الاول ۱۲۸۷ھ ہر کسے خواندیہ دعائے خیر باد وشاد فرمایند۔

۲۔ دل تذکرۃ الاولیاء | یہ کتاب ناقص الآخر ہے اور دراصل "تذکرۃ الاولیاء" کا انتخاب و تلخیص ہے۔ اس میں ستر متقدمین مشائخ کبار کے اقوال و ملفوظات درج ہیں۔ کتاب فارسی میں ہے۔ مگر اس کا مقدمہ عربی زبان میں ہے۔ اس مقدمہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فارسی زبان کے علاوہ آپ عربی زبان میں خوب مہارت رکھتے تھے۔ کتاب تقریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی ابتدا میں اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ رحمکار کے حالات مختصر مگر جامع اور نہایت خوبصورت انداز میں پیش کئے گئے ہیں۔ اور اس میں آپ کے روزمرہ معمولات بود و باش اور اخلاق و عادات کا بہت دلکش نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے اور اس کے بعد چند ماثورہ دعاؤں اور اذکار کو شامل کیا گیا ہے۔

کتاب کا سبب تالیف اپنے نام و نسب اور اپنے پیر طریقت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ایں کتاب نوشتہ شد از نفس تذکرۃ الاولیاء۔ وایں کتاب را " دل تذکرۃ الاولیاء" نام کردہ شد۔ چنانچہ سورہ یاسین دل قرآن است۔ نا اہل خسران روزگار اہل دولت را فراموش نہ کنند۔ و گوشہ نشینان و خلوت گرفتگان را طلب کنند و برایشان رغبت نمایند تا در نسیم دولت ایشان بہ سعادت ابدی پیوستہ گردند و نام کاتب ایں کتاب

جمیل ابن شہباز افغان خٹک مرید شیخ رحمکار خٹک رحمۃ اللہ علیہ قدس اللہ سرہ العزیز است۔[۱]
اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔
۳۔ مناقب شیخ رحمکار | اس کتاب میں فقیر صاحب نے حضرت شیخ رحمکار کے احوال و مناقب کا بیان ہے، اور حضرت شیخ رحمکار کے ایک اور مرید و خلیفہ شیخ شمس الدین ہروی[۲] کی کتاب مناقب رحمکار کے سب سے عمدہ اور مستند مجموعہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ کتاب اگرچہ نایاب ہے مگر سید عبداللہ شاہ نے اپنی کتاب "مجمع البرکات" میں بہت سے واقعات و اقتباسات نقل کئے ہیں۔

وفات | حضرت فقیر جمیل ۱۱۱۹ھ میں واصل بہ حق ہوئے۔ مادہ وفات یہ شعر ہے

چوں رفت از جہاں ایں کرامت خدیو
بحر "ق" آمد ز عالم "غریو"
۱۲۱۹ - ۱۰۰ = (۱۱۱۹)

آپ کا مزار تحصیل نوشہرہ میں اکوڑہ خٹک سے جنوب کی جانب اور زیارت کاکا صاحب سے بجانب مشرق علاقہ خٹک کے قریب تنگ کرہ کے مقام پر واقع ہے۔

اولاد | حضرت فقیر جمیل خان کی چار بیویاں تھیں اور خداوند تعالیٰ نے آپ کو تیرہ بیٹے عطا فرمائے۔ نرینہ اولاد کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

زوجہ ۱۔ محمد حسن۔ محمد صادق۔ محمد شائق
زوجہ ۲۔ ابراہیم گل۔ محمد اسحاق۔ فقیر محمد صدیق۔ محمد عتاق اور محمد صالح
زوجہ ۳۔ محمد غنی۔ محمد ظفر یا محمد زبیر
زوجہ ۴۔ عبدالرحمان۔ عبدالکریم۔ اور عبداللہ

---

[۱] دل تذکرۃ الاولیا قلمی صہ ۹ [۲] خواجہ شمس الدین ہروی حضرت شیخ کمار کے خلیفہ تھے۔ آپ کا مزار نوران میں واقع ہے۔ خواجہ موصوف نے حضرت شیخ رحمکار کے مناقب و فضائل اور سلوک و تصوف کے بارے میں ایک نہایت ضخیم کتاب لکھی ہے۔ جو اسرار السالکین کے نام سے موسوم ہے۔ مجمع البرکات کے مصنف کا بیان ہے کہ اس کی ضخامت تفسیر حسینی کی ضخامت سے پانچ گنا زیادہ ہے۔ اور اس سے بڑھ کر جامع مناقب کوئی نہیں ہے۔ (تاریخ بدرجہاں ج صہ ۲۲۲۔ تذکرہ شیخ رحمکار صہ ۱۹۳ [۳] تاریخ بدرجہاں قلمی صہ ۲۲۲ تذکرہ شیخ رحمکار قلمی صہ ۱۹۴ - ۱۹۵
[۴] تاریخ مرصع دبہ تصحیح و تعلیق دوست محمد خان کامل صہ ۲۹۰

۱۱۲۹ھ میں جب فقیر بابا نے دارِ فانی سے دارِ بقا کی جانب کوچ کیا تو آپ کے فرزند ارجمند فقیر محمد صاحب مسند ارشاد و ہدایت کو زینت بخشی۔ اور جب وہ فوت ہوئے تو ان کے فرزند شیخ فرید گل سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

حضرت فقیر بابا کی اولاد "میاگان" "فقیر خیل" کے نام سے مشہور ہے۔ فقیر خیل شاخ کے لوگ اگرچہ ملک کے مختلف حصوں میں آباد ہیں۔ مگر ان کی اکثریت تحصیل نوشہرہ کے دیہات چشمی، تنگا ڑو۔ اکوڑہ خٹک اور رشیدو میں سکونت رکھتی ہے۔ فقیر خیل اپنی سابقہ روایات کے مطابق اپنے پیر خانہ یعنی حضرت شیخ رحمکار کی اولاد کے ساتھ بہت عقیدت و احترام کا سلوک کرتے ہیں[1]

خلفاء و مریدین | افضل خان تاریخ مرصع میں لکھتے ہیں۔ کہ جب آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے دیہات و قصبات میں تشریف لے جاتے تو مرید اور شاگرد آپ کے ہمرکاب ہوتے تھے[2]

مگر مشکل یہ ہے کہ نہ تو خان موصوف آپ کے مریدین کی تفصیل بتاتا ہے اور نہ کسی دوسرے ذریعہ سے ان کے نام اور حالات معلوم کئے جا سکتے ہیں۔ البتہ بعض تذکرہ نگار کہتے ہیں۔ کہ حضرت شیخ محمد یحیٰ المعروف بہ حضرت جی ایک آپ کے مسلک مریدین میں منسلک تھے[3]

راقم الحروف کے نزدیک یہ بات محل نظر ہے اس لئے کہ حضرت شیخ محمد یحیٰ متوفی ۱۱۲۹ھ۔ حضرت شیخ سعدی لاہوری متوفی ۱۱۰۸ھ کے خلیفہ تھے اور حضرت سعدی کی جانب سے اس علاقہ میں طریقہ نقشبندیہ آدمیہ سعدیہ کے اظہار و انتشار پر مامور تھے[4] حضرت شیخ محمد یحیٰ اپنے سلوک و طریقت کی تفصیل بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

میں ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچا تھا کہ مدینہ منورہ میں سید آدم بنوری (۱۰۵۳ھ) کا وصال ہو گیا۔ سید موصوف کی وفات کے بعد آپ کے بعض احباب پنجاب آئے۔ ان کی زبانی آپ کے کمالات و کرامات سننے کا اتفاق ہوا جس کے بعد حضرت سید آدم بنوری کے ساتھ اخلاص و محبت کا جذبہ دل میں موجزن ہوا لہٰذا آپ جیسے شیخ و پیر کی تلاش میں کافی تگ و دو کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ ایام جوانی میں حضرت مجدد الف ثانی (متوفی ۱۰۳۴ھ) کے فرزند خواجہ محمد معصوم (متوفی ۱۰۷۹ھ) کے مرید حضرت شیخ ملا مقیم اٹک کے پاس آمد و رفت کرتا تھا مگر وہ بھی جلد انتقال کر گئے۔ اس کے بعد دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ اگر حضرت سید آدم بنوری کے احباب

---

[1] ملاحظہ ہو تاریخ بدر جہان قلمی حصہ ا صہ ۲۲۲۔ نسب نامہ شیخ رحمکار قلمی صہ ۹ تذکرہ شیخ رحمکار صہ ۱۹۹ مناقب فقیر جمیل بیگ صہ ۱۳ [2] تاریخ مرصع ۵۹۸۔۵۹۹۔ [3] ملاحظہ ہو مقالات قدسیہ از ابو اسعد اللہ صہ ۱۷۵ ، ۱۷۶ خوشحال خان خٹک ۲۵۲۔ مناقب فقیر جمیل بیگ از شمس الدین صہ ۳۲۔ بدر جہان قلمی حصہ اول صہ ۲۵۳۔ رحمکار از مظہر شاہ سوز ۱۹۵۱ صہ ۱۲

[4] ظواہر الاسرار قلمی از میاں محمد عمر چمکنی متوفی ۱۱۹۰ھ پنجاب یونیورسٹی لاہور صہ ۳۵

میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت نصیب ہو تو یہ بھی سعادت عظمیٰ ہوگی ۔ فرماتے ہیں کہ

بعد ازاں خاطر برآں قرار گرفت و داعیہ ایں
شد کہ اگر بخدمت یکے از اصحاب حضرت بزرگ خود
شرف ارادت دست دہد ایں ہم سعادت عظمیٰ است
و بدیں خاطر ہر جا شیخے و پیرے و بزرگے از اصحاب
حضرت بزرگ خود بود پیروی میرفتیم چیزی را کہ ما از
حضرت بزرگ خود دیدہ یافتہ بودیم در ہیچ یکے نمی
دیدیم و نمی یافتیم و سخنان ہر یکے را در آں منہاج حضرت
بزرگ خود نمی شنیدیم بہ کسے بیعت و ارادت نمی
کردیم و با خود می گفتیم کہ ہنوز وقت آں نہ رسیدہ
است کہ ما بیعت و ارادت کنیم منتظر وقت می بودیم[1]

اس کے بعد دل میں یہ بات آئی اور اس کا محرک بنی کہ
اگر حضرت بزرگ خود (سید آدم بنوری) کے اصحاب
میں سے کسی کے مرید بننے کا شرف میسر ہو تو یہ بھی
سعادت عظمیٰ ہے ۔ اور وجہ سے جہاں بھی حضرت
بزرگ خود کے اصحاب میں سے کوئی شیخ ، پیر اور بزرگ تھا
اس کی خدمت میں حاضر ہوتا ۔ مگر جو بات حضرت بزرگ
خود میں دیکھی اور پائی تھی کسی میں نہیں دیکھی اور نہ
پائی ۔ کسی کی باتیں حضرت بزرگ خود کے طریقے پر نہیں
سنیں اس لئے کسی کی بیعت اور ارادت اختیار نہیں
کی ۔ اور اپنے دل میں کہتا تھا کہ ابھی وہ وقت نہیں
آیا کہ کسی کے ہاتھ پر بیعت ہوں اور مرید ہو جاؤں
اور وقت کے منتظر رہتے تھے ۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ

در ایامے کہ کامل خان فوجدار اٹک بود ما بخدمت
مولانا حاجی بسیار صحبت داشتیم و خدمت حاجی خیلے
بما التفات خاطر داشتند و در آں محل ما شرف ملازمت
حضرت ایشاں را در نیافتہ بودیم اکثر اوقات خدمت
حاجی بما گفتند کہ بیا بما بیعت کن و ارادت نمائی در
جواب می گفتیم قرعہ ما جائی دیگر آمدہ است و آں
موقوف بر وقت است[2]

جس وقت کہ کامل خان اٹک کا فوجدار تھا تو ہم مولانا
حاجی (عبداللہ کوہاٹی) کے ساتھ بہت صحبت رکھتے
تھے ۔ اور جناب حاجی ہماری طرف بہت توجہ فرماتے
تھے ۔ اور اس وقت ہم نے حضرت ایشاں (سعدی
لاہوری) کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل نہیں کیا
تھا ۔ اکثر اوقات حاجی موصوف ہمیں فرماتے کہ آؤ
بیعت کرو اور ہمارے مرید بنو ۔ ہم جواب دیتے کہ
ہمارا قرعہ کسی دوسری جگہ نکل چکا ہے اور وہ وقت
پر منحصر ہے ۔

---

[1] ظواہر السرائر لاہور ، ص ۱۳۲ [2] ظواہر السرائر دکوہاٹ ص ۱۵۳)

آگے چل کر حضرت شیخ محمد یحییٰ فرماتے ہیں کہ:-

"چوں ما در جستجوئی پیر طریقت و طلب راہ دویدیم حضرت حق جل شانہ بمحض فضل و کرم خود ما را بخدمت حضرت ایشاں رسانید۔ در صحبت اول ذکر و قوف قلبی تعلیم کردند و ماذون ساختند بعد ازاں بطریق انبساط بخدمت حضرت ایشاں گفتم کہ شما نزدیک ما بودید و بہ طلب خود ما را عمری گردانیدید و دوانیدید آں حضرت فرمودند از بسکہ بسیار دویدید و گردیدید ایں ہمہ منافع و نتائج گرفتید[1]"

جب ہم پیر طریقت کی تلاش اور طلب کی راہ میں دوڑے تو اللہ تعالیٰ نے خالص اپنے فضل و کرم سے ہمیں حضرت ایشاں (سعدی لاہوریؒ) کی خدمت میں پہنچایا پہلی ہی مجلس میں ذکر و قوف قلبی کی تعلیم کی اور ماذون بنایا اس کے بعد بہ طریق مسرت و انبساط میں نے حضرت ایشاں کی خدمت میں عرض کی کہ آپ ہمارے نزدیک رہے اور اپنی طلب میں عرصہ دراز تک پھرایا اور دوڑایا۔ آں حضرت (سعدی لاہوری) نے فرمایا جس قدر زیادہ دوڑے اور پھرے تو یہ تمام منافع اور نتائج حاصل کئے۔

چونکہ مذکورہ بالا بیانات صاف بتلاتے ہیں کہ حضرت شیخ محمد یحییٰ نے حضرت شیخ سعدی لاہوری کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ لہٰذا یہ دعویٰ بے معنی ہو جاتا ہے کہ حضرت شیخ محمد یحییٰ، حضرت فقیر جمیل خان کے حلقہ مریدین میں شامل تھے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

[1] ظواہر السرائر (لاہور) ص ۶۳۲
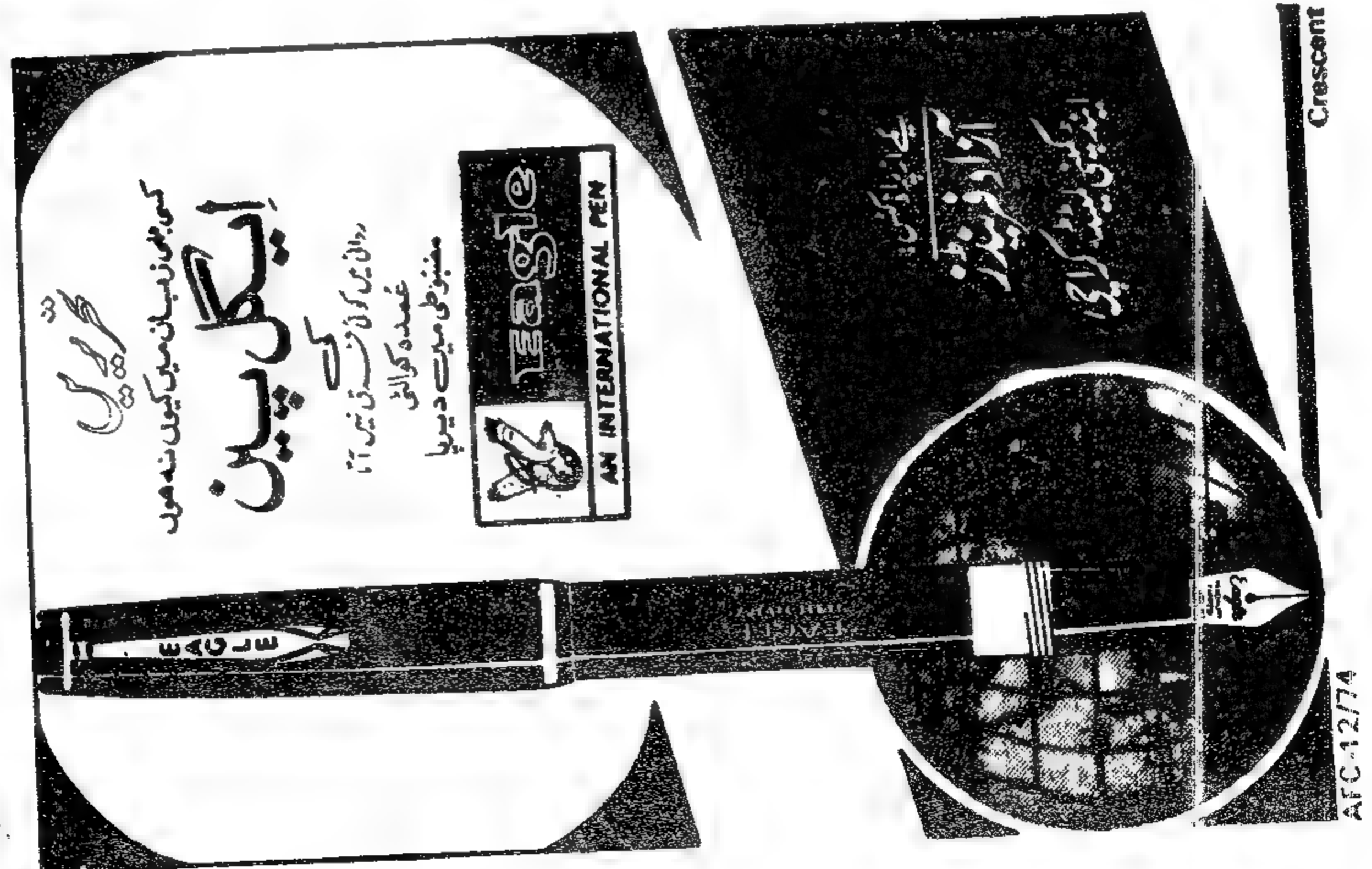
اشتہار نیلام

ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ کٹائی شدہ لکڑی جو کہ مندرجہ ذیل ڈپوؤں میں پڑی ہے تاریخ ہائے مقررہ پر جو کہ ہر ڈپو کے سامنے لکھی ہوئی ہے پر نیلام کی جائے گی۔ خواہشمند حضرات موقع پر بولی دے سکتے ہیں۔

نام ڈپو	لاٹ نمبر	قسم	تعداد	مکعب فٹ	زر بیعانہ	تاریخ نیلامی	
میساپڑانگ	26	شیشم	16	357.1	3000/-	18.10.81	نوشہرہ
	27	〃	24	475.4	3000/-	〃	〃
	28	〃	26	395.9	3000/-	〃	〃
	29	〃	40	598.3	4000/-	〃	〃
	30	〃	48	877.0	5000/-	〃	〃
	31	〃	36	558.4	4000/-	〃	〃
	32	〃	46	841.1	5000/-	〃	〃
	33	〃	38	598.8	4000/-	〃	〃
	34	〃	34	556.7	4000/-	〃	〃
	35	〃	30	505.9	4000/-	〃	〃
	36	〃	46	163.8	5000/-	〃	〃
	37	〃	33	559.4	4000/-	〃	〃
	38	〃	29	444.5	3000/-	〃	〃
	39	〃	40	734.5	5000/-	〃	〃
	40	〃	40	689.2	5000/-	〃	〃
	41	〃	41	708.7	5000/-	〃	〃
جہانگیرہ	1	سرس	10	109.53	500/-	〃	〃
ترلاندی	8	غز	114	1058.3	1000/-	〃	〃
ناگمان	4	شیشم	56	254.2	1000/-	〃	〃
	25	〃	20	497.5	2000/-	〃	〃
	39	〃	14	327.7	2000/-	〃	〃
	42	〃	44	182.9	1000/-	〃	〃

نوٹ (i) زر بیعانہ بصورت کال ڈیپازٹ بنام ڈی ایف او صاحب پشاور فارسٹ ڈویژن جمع کرانا ہوگا

(ii) جملہ شرائط نیلام موقع پر پڑھ کر سنائی جائیں گی۔

المشتہر:- دستخط

ڈویژنل فارسٹ آفیسر پشاور
فارسٹ ڈویژن نوشہرہ

IUF(P) 2512

اعجاز احمد خان سنگھانوی
ایم۔ اے۔ کراچی

مولانا سیّد عبد اللطیف صاحبؒ

ناظم اعلیٰ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحبؒ کا وطن ضلع مظفر نگر کا قدیم قصبہ "قاضی پورہ" تھا۔ جو مرورِ ایام سے عوام کی زبان پر "پور قاضی" کے نام سے معروف ہے[1] آپ کی ولادت اسی قصبہ میں ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۷۹ء ہوئی[2] آپ مولانا جمعیت علی پروفیسر بہاولپور کالج کے فرزند اور مولانا ثابت علی صاحب مدرس مظاہر علوم سہارنپور کے بھتیجے تھے[3] آپ کے والد، حضرت مولانا خلیل احمد انبھٹوی ثم المدنیؒ کے ہم درس تھے[4]

مولانا جمعیت علی صاحب اور مولانا ثابت علی صاحب نے بھی "مظاہر علوم" سہارنپور سے تحصیل علم کی اور حصولِ علم کے بعد اسی درسگاہ میں مدرس ہو گئے۔ ابتدا میں ان کے والد مدرس فارسی مقرر ہوئے۔ اور کچھ عرصہ تک "مظاہر علوم" میں یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ بعد میں مولانا خلیل احمد صاحب کے مشورہ سے بہاولپور کالج میں عربی، فارسی کے پروفیسر مقرر ہو گئے۔ اور آخر عمر تک اپنی مظاہری وضع اور قدیم شان کے ساتھ اسی کالج سے وابستہ رہے[5]

چھوٹے بھائی مولانا ثابت علی صاحب بھی مظاہر علوم میں عربی کے مدرس مقرر ہوئے۔ ان کو تدریس میں ایسا کمال اور افہام و تفہیم کا ایسا خداداد ملکہ حاصل تھا کہ دور دور سے طلبہ ان کی شہرت سن کر آتے تھے۔ ان کے تلامذہ میں بڑے بڑے اصحاب علم و فن شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنا رسوخ فی العلم دیا تھا کہ درس میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ :-

---

(۱) روزنامہ "نئی دنیا" دہلی عظیم مدنی نمبر ص ۱۴۷ (۲) حاشیہ مشاہیر علماء دیوبند ص ۲۵۸ (۳) حاشیہ تذکرۃ الخلیل ص ۱۱۵ (۴) "تاریخ دارالعلوم دیوبند" (۵) نئی دنیا ص ۱۴۷

"ثابت کی بات ہمیشہ ثابت رہے گی"

مولانا عبداللطیف صاحب نے قرآن پاک اپنے وطن میں بگھرے کے ایک حافظ امانت علی صاحب کے پاس حفظ کیا۔ آپ کے حفظ کی پختگی اور آپ کی دل نشیں تلاوت کا نتیجہ تھا کہ آپ کے جملہ احباب و مخلص حتیٰ کہ ہم عصر بھی "حافظ صاحب" ہی کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔

آپ نے فارسی کی ابتدائی کتب اپنے والد محترم سے بہاولپور میں پڑھیں۔ اس کے بعد ۱۳۱۵ھ میں حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب کے ایما و ارشاد پر مظاہر علوم میں داخلہ لیا اور ۱۳۲۲ھ میں وہاں سے امتیازی نمبروں میں کامیاب ہوئے۔ اس سال مظاہر علوم میں طلبہ کی تعداد ۱۳۵ تھی۔ جن میں عربی پڑھنے والے باسٹھ اور قرآن مجید و فارسی پڑھنے والے ۳، تھے۔ الحمدللہ آٹھ نفر دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے جن کے اسماء یہ ہیں:-

حافظ عبداللطیف پورقاضوی، مولوی سراج الدین بنوی، مولوی اسحاق ہزاروی، مولوی عبدالحی سہسرامی، مولوی فیض الحسن سہارنپوری، مولوی عبدالحکیم بدایونی، مولوی محمد حسین بنوی، مولوی جمال الدین پنجابی۔

ان فارغین میں امتیازی نمبرات سے پاس ہوکر مولوی حافظ عبداللطیف پورقاضوی نے انعام میں بیضاوی شریف۔ تفسیر سورۂ بقرہ۔ مسامرہ شرح مسایرہ۔ تاریخ تیموری۔ فتوح الشام عربی حاصل کی۔[1]

آپ نے بخاری شریف، مسلم شریف۔ ابوداؤد شریف۔ ترمذی شریف۔ ابن ماجہ شریف حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے اور نسائی شریف مولانا عنایت الٰہی سے پڑھی۔[2]

آپ نے مظاہر علوم کے علاوہ تقریباً تین ماہ دارالعلوم دیوبند میں بھی تعلیم حاصل کی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جس وقت مظاہر علوم میں خلفشار رہا اس وقت مولانا، اپنے والد ماجد کے اصرار پر دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ لیکن آب و ہوا کی ناموافقت کی وجہ سے وہاں زیادہ قیام نہ کر سکے۔ اور تین ماہ بعد ہی مظاہر میں واپس آکر سابقہ مشغلہ میں منہمک ہو گئے۔

جمادی الاول ۱۳۲۳ھ میں حضرت رائے پوری نے مولانا عنایت الٰہی کو ناظم اعلیٰ بنانے کا مشورہ دیا اور اجازت دی کہ وہ نظامت کے ساتھ موجودہ تنخواہ پر ایک دو سبق بھی پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری سرپرست مدرسہ مظاہر علوم نے تحریر فرمایا کہ:-

"میرے خیال میں مولانا عنایت الٰہی صاحب سے عرض کیا جائے کہ وہ دوبارہ اس (نظامت) کو موجودہ

---

[1] تاریخ مظاہر علوم جلد دوم صہ ۲۴۹ [2] ایضاً

تنخواہ پر قبول کر لیں اور ایک دو سبق دل چاہے تو رکھ لیں۔

حضرت رائے پوری اور بقیہ سرپرستوں کی منظوری کے بعد مولانا عنایت الٰہی کو ناظم اعلیٰ مظاہر علوم بنا دیا گیا۔ البتہ ان کی خواہش کے مطابق اوقات میں گنجائش ہونے کی صورت میں دو اسباق پڑھانے کی اجازت دے دی گئی۔ اور ان کے متعلقہ اسباق کے لئے یہ طے پایا کہ ایک مستقل استاد مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب کو ان کی جگہ مقرر کیا جائے۔ جو اسی مدرسہ سے فارغ ہونے کے ساتھ ساتھ ذی استعداد بھی ہیں۔ چنانچہ یکم جمادی الاول ۱۳۲۳ھ کو مشاہرہ ۱۰ روپے ان کا تقرر کر دیا گیا۔ محرم ۱۳۲۵ھ سے مشاہرات اساتذہ میں اضافہ ہوا۔ چنانچہ حافظ صاحب کے مشاہرہ میں پانچ روپے کا اضافہ کر کے ۱۵ روپے کر دئیے گئے۔ ۱۳۲۹ھ میں تنخواہوں میں پانچ روپے کا مزید اضافہ ہوا۔ اور اس طرح حافظ صاحب کی ماہانہ تنخواہ ۲۰ روپے ہو گئی۔[1]

۱۳۲۴ھ کو مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب حج کے لئے تشریف لے گئے۔ اس لئے ان کی جگہ مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری کو بمشاہرہ ۸ روپے ماہانہ پر تقرر کیا گیا۔

۱۳۲۸ھ میں مدرسین و متعلقین مدرسہ کا ایک بڑا قافلہ حج کو گیا۔ جن میں حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری، سرپرست مدرسہ مع صاحب زادہ مرحوم و دیگر اعزہ۔ مولانا ثابت علی صاحب مدرس سوم۔ مولانا عبد اللطیف صاحب مدرس چہارم۔ مولانا عبد اللہ صاحب مدرس پنجم۔ مولانا فیض الحسن صاحب۔ مولانا مبارک علی صاحب محصل چندہ اور حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب شامل تھے۔ اس طرح مولانا عبد اللطیف صاحب نے اپنی عمر میں دو حج کئے۔[2]

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری ۱۳۳۳ھ میں جب حج کے لئے روانہ ہوتے تو آپ پہلی مرتبہ ناظم مدرسہ مقرر ہوتے۔ ۱۳۳۹ھ میں استاد حدیث کی مسند پر فائز ہوئے اور پہلی مرتبہ بخاری شریف اور ترمذی شریف کا درس دیا۔[3] ویسے آپ نے دور مدرسی میں درس نظامی کی تقریباً سب ہی کتابیں پڑھائیں۔ اور معقولات و منقولات پر آپ کی نگاہ یکساں تھی۔[4]

حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب کا تقرر حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ نے ۱۳۴۴ھ میں اپنے سفر حج کے موقعہ پر بحیثیت ناظم اعلیٰ ہونے فرمایا تھا۔ حضرت کی فراست اور آپ کے حسن انتخاب کے مطابق مدرسہ کے عہدۂ نظامت کی ذمہ داریوں کو جس بہتر طریقہ پر ۲۹ سال تک نبھایا وہ مدرسہ کی تاریخ کا ایک تابناک دور ہے۔[5] آپ کے دور میں مدرسہ نے نمایاں ترقی کی۔ کتب خانہ کی عمارت الٰہی کے زمانہ میں مکمل ہوئی۔ جدید دار الاقامہ کی تاسیس

---

[1] تاریخ مظاہر جلد دوم ص ۲۴۹ [2] تاریخ مظاہر جلد اول ص ۱۰۶ [3] تاریخ مظاہر جلد ۲ ص ۲۴۹ [4] مشاہیر علما دیوبند ص ۲۳۰
[5] " " " ص ۱۵۹

اور اس میں مسجد کی تعمیر اور دار التجوید کی عمارت بھی انہی کے زمانے کی یادگار ہے۔[1]

آپ نے تقریباً ۵۰ سال مظاہر علوم سہارنپور میں مختلف خدمات انجام دیں۔ اور کامل انتیس سال تک مدرسہ میں نظامت کی خدمات انتہائی ذمہ داری اور بیداری سے انجام دیں۔

۱۳۴۳ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے ہمراہ مدرسہ کی ضروریات کے سلسلہ میں رنگون جانا ہوا۔ ۱۳۴۴ھ میں رنگون سے واپس آکر دوبارہ مستقل طور پر مدرسہ کے ناظم اعلیٰ بنائے گئے۔ ۲۲ صفر ۱۳۷۲ھ میں ایک بار پھر مظاہر علوم کے کام کے سلسلہ میں رنگون تشریف لے گئے۔ اس سفر میں آپ کے ہمراہ مولانا الحاج امیر احمد صاحب اور مولانا الحاج مفتی مظفر حسین بھی تھے۔ چند ماہ قیام کے بعد ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۷۲ھ کو یہ حضرات واپس تشریف لائے۔[2]

آپ کے اس تاریخی اور آخری سفر کی یاد کافی عرصہ برما کے ہر فرد کے دل پر ثبت رہی اور ایک مدت تک آپ کی تقاریر کے ریکارڈ رنگون کے ہوٹلوں میں ذوق شوق سے سنے جاتے رہے۔

بہرحال برما کا یہ سفر حضرت علیہ الرحمۃ کے لئے مظاہر علوم کی آخری خدمت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور دنیا جانتی ہے کہ ان کی یہ آخری خدمت ایسی تابناک خدمت ہے اور اس کو محسن شناس نظریں کبھی فراموش نہیں کر سکیں گی۔

آپ ۱۳ صفر ۱۳۷۴ھ کو مدرسہ کی کسی ضرورت سے دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں اچانک ہیضہ کا حملہ ہوا۔ اس وقت یاس کی حالت ہو چلی تھی مگر حیات مستعار باقی تھی اس لئے طبیعت رفتہ رفتہ سنبھل گئی۔ البتہ ضعف و نقاہت کئی ماہ باقی رہا۔ آپ نے ۲ ذوالحجہ ۱۳۷۳ھ مطابق ۲ اگست ۱۹۵۴ء بروز پیر صبح دس بجے سہارنپور میں وفات پائی۔ اور ڈھائی بجے شام کو حاجی شاہ کے مشہور قبرستان میں ان کے چچا مولانا ثابت علی صاحب اور مولانا عنایت الٰہی صاحب کے جوار میں اس مجسمۂ خوبی کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ آپ کی عمر ۸۵ سال ہوئی۔[3]

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب کی وفات کے بعد حضرات سرپرستان مدرسہ نے یکم محرم الحرام ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۵ء میں حضرت اقدس مولانا الحاج شاہ محمد اسعد اللہ صاحب خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو منصب نظامت سپرد فرما دیا تھا۔[4] ویسے بھی موصوف سابق ناظم صاحب کے زمانہ علالت سے کار ہائے نظامت انجام دے رہے تھے۔ اور یکم صفر ۱۳۶۵ھ سے نائب ناظم بنا دئے گئے تھے۔[5]

تصحیح درس نظامی | کسی صاحب نے درس نظامی پر کچھ اشکالات کر کے اس میں ترمیم و اصلاح کا مشورہ دیا تھا۔ حضرت کی طرف سے درس نظامی کے فوائد اور اس کی وجوہ ترجیح پر یہ مکتوب لکھا گیا جو کتابی شکل میں ۱۳۶۸

---

[1] تاریخ دارالعلوم دیوبند [2] تاریخ مظاہر جلد ۲ صہ ۱۵۹ [3] ایضاً صہ ۲۶۹ [4] ایضاً [5] ایضاً جلد ۲ صہ ۱۵۹

مظاہر علوم کے نوادرات (زیر نمبر ۱۷۶۷) میں محفوظ ہے۔ صفحہ ۱۲ سن تحریر ۱۳۵۵ھ۔ اس کے علاوہ حضرت نے کوئی تصنیف یادگار نہیں چھوڑی[1]۔

حضرت حافظ صاحب کے تلامذہ میں بڑے باکمال اور صاحب علم وفضل شامل ہیں۔ ان مشاہیر میں سے چند یہ ہیں:۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سابق امیر تبلیغی جماعت دہلی۔ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی مدظلہ امیر تبلیغی جماعت دہلی۔ مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلوی۔ مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی۔ مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب۔ مولانا عبدالجبار صاحب۔ مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری۔ مولانا اکبر علیؒ صاحب استاذ حدیث دارالعلوم کراچی۔ حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب امیر تبلیغی جماعت حجاز۔ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب۔ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور۔ حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی قدس سرہٗ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ۔ مولانا انیس الرحمان صاحب بن مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی۔ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب مدظلہٗ مجلس دعوۃ الحق ہردوئی مولانا نور محمد صاحب ٹانڈوی۔ مولانا محمد یونس صاحب مدظلہٗ شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور۔ حضرت مولانا مفتی اشفاق الرحمان صاحب کاندھلوی سابق مفتی دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو اللہ یار سندھ۔ حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت حافظ صاحب کو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی خلیفہ خاص حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے تلمذ کے علاوہ بیعت کا شرف بھی حاصل تھا[2]۔

حضرت حافظ صاحب کی شخصیت ایسی جامع تھی جو درس وتدریس پر حاوی اور درس نظامی کی ہر کتاب کی حافظ تھی۔ منطق۔ فلسفہ۔ ہیئت۔ صرف۔ نحو۔ معانی۔ بیان۔ بدیع۔ تفسیر۔ حدیث کسی فن کی کوئی کتاب ایسی نہ تھی جس کو آپ پڑھا نہ چکے ہوں جس کے متعلق بلا تکلف ہر طالب علم کے سامنے تقریر نہ فرما سکتے ہوں۔ اپنے آخری دور میں جب کہ مشاغل نظامت، ضعف وکبرسنی کے باوجود بڑھ گئے تھے۔ جو طالب علم آپ سے کسی بھی درسی کتاب کے متعلق کوئی حل طلب مسئلہ پیش کرتا تو آپ بے تکان مسئلہ زیر بحث پر دقت نظری اور پوری مدرسانہ شان سے تقریر فرما دیا کرتے تھے۔

مدرسہ مظاہر علوم کے اکثر ملازمین واساتذہ حضرت حافظ صاحب کے شاگرد تھے آپ انہیں آگے بڑھتا

---

[1] تاریخ مظاہر جلد دوم صہ ۲۴۹ [2] تاریخ دارالعلوم صہ ۱۰۵

اور ترقی کرتا دیکھتے تو بہت خوش ہوتے۔ اور ہر طرح ان کی اعانت فرمایا کرتے۔

حضرت حافظ صاحب نے صحیح اور حقیقی قدیم تعلیمی نظریے کو عملی جامہ پہنانے کی بھرپور کوشش کی۔ وہ ذاتی طور پر ماضی کی جن تہذیبی اور ثقافتی، علمی اور عملی ذہنی اور روحانی قدروں کے امین تھے۔ مظاہر علوم میں زندہ رکھنے اور دنیا میں عام کرنے کی پوری جدوجہد کی۔ ان کی انتہائی کوشش یہ تھی کہ مظاہر علوم کے طلبہ ان روایات کو حاصل کرنے میں پوری کوشش کریں۔ اور دنیا کے مختلف علاقوں میں جا کر ان قدروں کو عام کریں اور وہ جہاں بھی جائیں یا رہیں ہر حال میں مظاہر علوم کا باوقار نمائندہ ثابت ہوں۔ یہی سبب تھا کہ حضرت حافظ صاحب طلبہ پر مناسب گرفت فرماتے تھے۔ جس کی بنا پر بعض طلبہ کبیدہ خاطر بھی ہو جاتے۔ لیکن حافظ صاحب کی نیت کا خلوص اور اکابر کے طریق سے محبت کے باعث اکثر یہ کبیدگی عارضی ثابت ہوئی۔

حضرت صاحب طلبہ کی لاابالی سرشت کے پیش نظر اول اول تو چشم پوشی سے کام لیتے اور طالب علم کو اس بات کا موقع دیتے کہ وہ خود یہ محسوس کرے کہ اس کی اس ناپسندیدہ حرکت سے صرف نظر کی گئی ہے! اور خود اس کا ضمیر اس بزرگانہ رعایت کی چوٹ کھا کر بیدار ہو جائے۔ جب نوبت اس حد تک پہنچتی کہ طالب علم کا ضمیر نفسیاتی تنبیہ کو غفلت پر محمول کرنے لگا ہے تو فوراً داروگیر شروع ہو جاتی اور بازپرسی کے ضابطہ پر پوری طرح عمل درآمد ہوتا جس کے نتیجے میں یا تو اپنی اصلاح کر لیتا یا اپنے سرکش ضمیر کی بدولت مدرسہ ہی سے رخصت ہو جاتا۔ حضرت کا برتاؤ طالب علموں کے ساتھ رحم و شفقت کا تھا۔ آپ اصولوں کے معاملے میں سخت بھی تھے لیکن آپ کی شفقت سختی سے بڑھی ہوئی تھی۔

اصول اور ضابطہ کے مطابق امتحان میں ناکامی یا کسی اور قانونی رکاوٹ کے سبب کسی طالب علم کا مطبخ سے کھانا بند ہو گیا۔ تو ایک عرصہ تک اسے گھر سے کھانا دیا یا اپنے ساتھ کھلایا۔ غرض جہاں تک ممکن ہوتا وہ طلبہ کی حوصلہ افزائی۔ ان کی دلدہی اور مدارات میں کمی نہ فرماتے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ان کی یہ ازحد خواہش ہوتی کہ طالب علم حصول علم کی ذمہ داریوں سے نہ کترائے۔ اور پوری تندہی کے ساتھ علم دین حاصل کرے۔

اگر آپ کو کسی کی بیماری کی اطلاع ملتی تو فوراً اس کی خیریت دریافت فرماتے اور ضروری مشورہ دیتے اور خود بھی اس کی عیادت کو تشریف لے جاتے۔

نظم و ضبط کا مادہ طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا چاہتے تھے کہ ہر چھوٹے سے چھوٹا کام عمدگی اور ترتیب کے ساتھ ہو کہ اس میں کوئی خلل یا نقص نہ رہ جائے[1]

---

[1] روزنامہ نئی دنیا دہلی عظیم مدنی نمبر ص ۱۴۸، ۱۴۹

بخاری شریف کا پہلا گھنٹہ ہوتا تھا اور اس نظم و ترتیب کے ساتھ سبق پڑھاتے کہ ۱۵ شوال سے شروع فرما کر ۱۵ رجب تک ختم کردیتے اس میں اضافی اوقات میں پڑھانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی جب گھنٹہ بجتا ناظم صاحب دارالحدیث کے دروازے پر ہوتے اور گھنٹہ ختم ہوتے ہی سبق بھی ختم ہوجاتا۔ وقت کے ازحد پابند تھے اس میں کبھی تخلف نہیں ہوا۔

اس کے بعد ۹ بجے سے مدرسہ قدیم کے دفتر نظامت کے برآمدے میں تشریف اور اہتمام کا کام انجام دیتے۔ صرف قلمدان پاس ہوتا۔ ڈسک وغیرہ استعمال نہ فرماتے۔ جب کوئی شخص درخواست لے کر حاضر ہوتا فوراً اپنا کام روک کر اسے فارغ کرتے اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ کبھی آپ کے پاس دو آدمی مشترکہ طور پر جمع نہ ہوتے۔ ایک آدمی جب آپ کے پاس ہوتا تو دوسرا دور رہ کر انتظار کرتا۔ جب پہلا شخص وہاں سے رخصت ہوجاتا تو یہ وہاں پہنچ جاتا۔

ہر شخص سے چاہے ادنیٰ طالب ہو یا اعلیٰ سے اعلیٰ مدرس، اس کے مزاج کے مطابق مسکرا کر بات فرماتے تاکہ اسے اپنا مافی الضمیر عرض کرنے میں دشواری نہ ہو[1]

حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحب ناظم مظاہر علوم۔ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کامل پوری سابق استاذ حدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کو امور نظامت میں بطور مشورہ ضرور شریک رکھتے اور اپنے پیچھے سفر کو جاتے وقت نظامت سپرد کر جاتے۔ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کی نرم مزاجی کا یہ حال تھا کہ طلبہ درس ہی میں درخواستیں لے آتے تو سبق روک کر حکم تحریر فرما دیتے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا کہ ناظم صاحب مشورہ کے لئے بنفس نفیس مولانا عبدالرحمن صاحب کے پاس تشریف لے آیا کرتے تھے[2]

حضرت مولانا عبدالحیٔ دائمی صاحب مدظلہ ناظم کتب خانہ وقف دارالعلوم کراچی نے حضرت ناظم صاحب کی شفقت اور اصول پسندی کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ:۔

مظاہر علوم میں کمرہ نمبر ۲۳ میں تین طالب علم رہتے تھے۔ ایک خواجہ عزیز الحسن غوری مجذوب کے صاحبزادے دوسرے مولوی محمد حسن کاکوری کے صاحبزادے۔ تیسرے ایک اور صاحب تھے۔ یہ تینوں حضرات کھیل کے شوقین تھے۔ چونکہ مدرسہ میں فٹ بال کھیلنے کا کوئی انتظام نہ تھا اس لئے شہر میں فٹ بال ٹیم کے ساتھ کھیلتے تھے۔

مولانا عبدالحفی صاحب بھی اسی مدرسہ کے طالب علم تھے۔ ان کا بھی دل کھیلنے کو چاہتا تھا لیکن مدرسہ میں

---

[1] بروایت مولانا عبدالحفی دائمی مدظلہ [2] تجلیات رحمانی ص ۸۳

اس کا کوئی انتظام نہ تھا۔ لہٰذا تھانہ بھون جا کر سرپرست مدرسہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی خدمت میں عرض کیا کہ :۔

"ہم متعلمین مدرسہ مظاہر علوم کے لئے بھی کھیل کا انتظام مثلاً بنوٹ وغیرہ کا فرما دیا جائے تو بہتر ہے"

حضرت اقدس تھانویؒ نے ناظم صاحب کے نام تحریر فرما دیا:۔

"کھیل کا انتظام فرما دیا جائے"

مولانا عبدالحفی صاحب اپنی اس کامیابی پر بہت خوش ہوئے اور وہ تحریر حضرت ناظم صاحب کی خدمت میں پیش کر دی جسب عادت ناظم صاحب نے مسکرا کر بے حد شفقت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ :۔

"آپ تو سرپرست صاحب سے لکھوا کر لائے ہیں کھیل کا انتظام تو کرنا ہی پڑے گا۔ مدرسہ نے آپ کی تعلیم کے لئے مدرس مقرر کئے ہیں تو کھیل کے لئے بھی ایک مدرس کا انتظام کیا جائے گا۔ مگر آپ اتنا فرمائیں کہ آپ یہاں پڑھنے کے لئے آئے ہیں یا کھیلنا سیکھنے کے لئے"

مولانا عبدالحفی صاحب نے فرمایا کہ ناظم صاحب کے اس جملہ کا یہ اثر ہوا کہ اسی وقت کھیل سے نفرت ہو گئی۔

یہ تھی ہمارے اساتذہ کی محبت، شفقت اور باطنی اثر جس کے نتیجے میں ہمیشہ کے لئے کھیل سے نفرت ہو گئی۔[1]

صبح تین بجے اٹھ کر آگ جلانا اور صبح کی چائے خود پکانا تو ہمیشہ کا معمول تھا۔ شب کے معمولات پورے فرما کر چائے نوش فرماتے اور پھر صبح کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے۔ آپ کی زندگی اتنی ہمہ جہت تھی کہ کسی وقت بھی خود کو غیر مصروف رکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ چھٹی کے اوقات اور تعطیل کے ایام بھی ان کے مدرسہ مظاہر علوم ہی میں گذرتے تھے۔ تاکہ ملنے والوں کو سہولت ہو اور مدرسہ کے کسی کام میں ادنیٰ سا حرج بھی واقع نہ ہو۔

گھر میں جب تشریف لے جاتے اور چیزیں بکھری ہوئی پاتے تو خود ان کو اٹھا کر مقررہ جگہ پر رکھ دیتے اور جب وقت ملتا تو بڑی بے تکلفی اور سادگی کے ساتھ خود خانہ داری کے کاموں میں گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے۔ آٹا گوندھ لیتے مسالہ پیس لیتے اور سالن بھی خود ہی پکا لیتے۔[2]

حضرت مولانا سید حافظ عبداللطیف صاحب نے دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی صاحبزادی سلمیٰ کے ساتھ ہوئی جو اہلیہ ثانیہ سے دوسری لڑکی تھی۔ مگر وہ لڑکی طرح طرح کے امراض کا شکار رہی۔ اور آخر گلے میں انجیر نکلے جن کا یکے بعد دیگرے دو مرتبہ لدھیانہ جا کر اپریشن کرایا گیا۔ بالآخر اس کو دق لاحق ہوئی۔ اور چند ماہ کی ایک بچی خدیجہ نام چھوڑ کر ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۰ جون ۱۹۱۰ء کو دنیا

---

[1] بروایت مولانا عبدالحفی داماں [2] روزنامہ نئی دنیا دہلی عظیم مدنی نمبر صہ ۱۴۹

رخصت ہوگئی۔ تین ماہ بعد معصومہ خدیجہ نے بھی ماں کا ساتھ دیا اور انتقال فرماگئی۔[1]

حضرت مولانا کی دوسری شادی، حضرت مولانا عبدالحق پورقاضی کی چھوٹی صاحبزادی اسعدی خاتون کے ساتھ ہوئی۔ حضرت مولانا عبدالحق پورقاضی، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے ہم جماعت اور دارالعلوم دیوبند کے ممبر اور ریاست رتلام کے اکونٹنٹ تھے اور تادم واپسیں اسی عہدہ پر فائز رہے۔ انہوں نے اپنی صاحبزادی کو جو قیمتی ہدایتیں اور نصیحتیں لکھ کر دی تھیں۔ انہیں بعد میں حضرت مولانا تھانویؒ نے "بہترین جہیز" کے نام سے بہشتی زیور کا جزو بنا کر شائع فرمادیا۔ جو آج بھی بہشتی زیور میں موجود ہے۔

ان اہلیہ سے مولانا عبدالروف عالی صاحب (مجلس معارف القرآن دارالعلوم دیوبند) پیدا ہوئے۔ ان اہلیہ محترمہ کا ۱۸؍رجب ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۸؍نومبر ۱۹۳۲ء یوم جمعہ کو انتقال ہوا۔ بڑی صالحہ، عابدہ اور متواضع خاتون تھیں۔[2]

---

[1] تذکرۃ الخلیل ص ۱۱۴ تا ۱۱۵ [2] تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۱۴۵ و مشاہیر علمائے دیوبند از قاری فیوض الرحمان صاحب حاشیہ صفحہ ۲۵۸۔

لحمینا
توانائی بخش غذائی اجزا کا ایک
لطیف اور خوش ذائقہ مرکب جس میں
صرف شدہ توانائی اور کھوئی ہوئی
طاقت بحال کرنے کی تمام تر
خصوصیات ہیں۔
لحمینا کا مسلسل استعمال
آپ کو چاق وچوبند رکھتا ہے۔
لحمینا
ایک مکمّل غذائی ٹانک
خاندان کے ہر فرد کے لئے
ہمدرد
Lahmina
an extremely effective concentrated essence of
fine and palatable herbs and nutritious elements
Hamdard
Adarts L 1/80
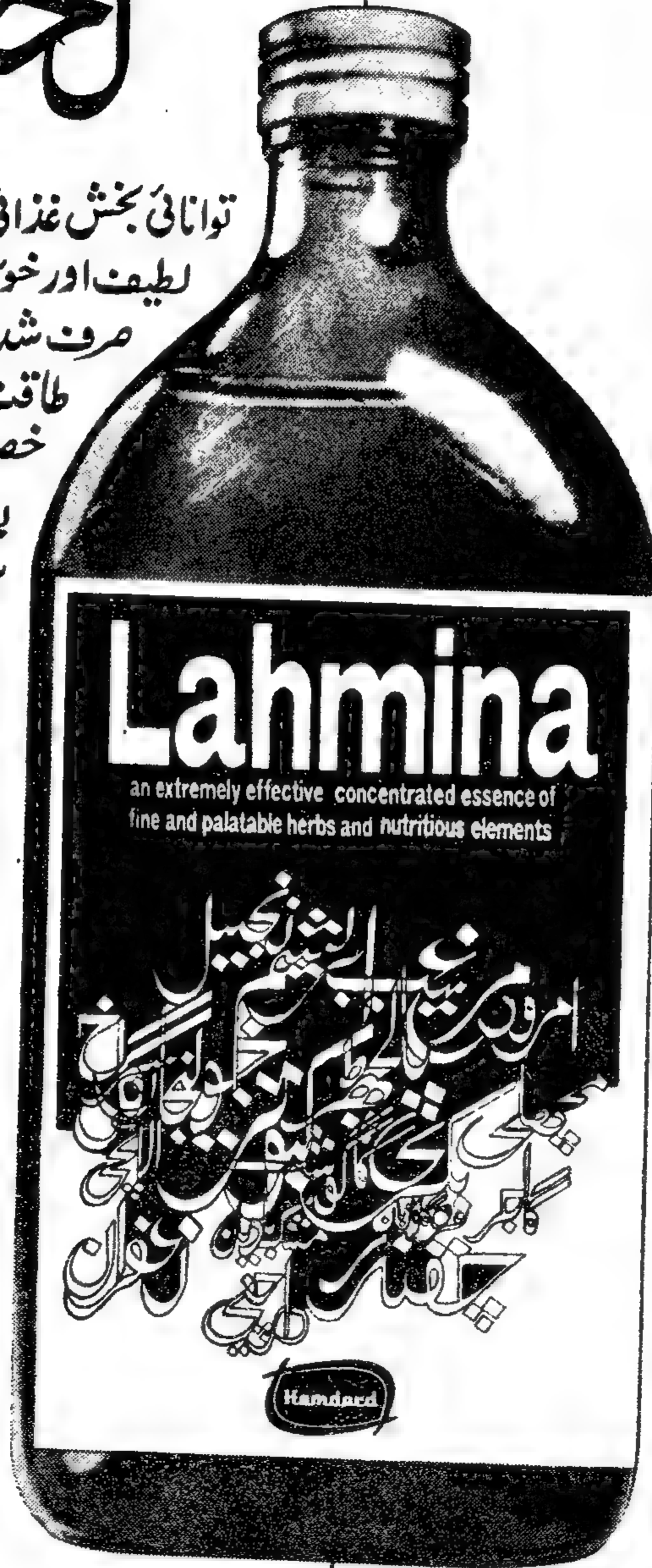
از مولانا جلال الدین فاضل حقانیہ۔ مہتمم مدرسہ خضریہ بھیرہ

مولانا مولا بخش جھاوریاں

ایک نڈر عالم دین

مولانا کی پیدائش جھاوریاں کے قصبہ میں ایک غریب اور ناخواندہ گھرانے میں ہوئی۔ موصوف جب دس سال کی عمر کو پہنچے تو پڑھنے کا شوق ہوا۔ لیکن والدین کی بے توجہی علمی شوق میں رکاوٹ تھی۔ وہ دو سال تک بکریاں چرا کر والدین کی خدمت کرتے رہے۔ ایک مرتبہ اتفاقاً بکریاں چراتے ہوئے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا۔ زخم ایسا بڑھا کہ ہسپتال میں داخل ہونا پڑا۔ علاج کے دوران ہی قرآنی عربی قاعدہ پڑھنا شروع کیا۔ اور پاؤں کے ٹھیک ہونے تک قرآن مجید پڑھ لیا۔

جھاوریاں کے حکیم مولانا لال دین صاحب سے کریما، پندنامہ اور نام حق وغیرہ پڑھی۔ والدین نے مولانا کے اس علمی شوق کو دیکھ کر پڑھنے کی اجازت دے دی۔ آپ نے جھاوریوں کے مشہور عالم دین مولانا محمد رفیق صاحب اور ان کے شاگرد مولانا عطا محمد صاحب مرحوم سے شرح جامی تک کتب پڑھیں اور معقولات تک مفید کتب میانوالی کے مشہور استاد مولانا ولی اللہ صاحب سے پڑھیں۔ اور موقوف علیہ کٹھیالہ سیداں میں شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود صاحب سے کیا اور دورہ حدیث مولانا سلطان محمود صاحب سے کیا۔ اور دورہ حدیث برصغیر کی مشہور یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند میں مجاہد ملت حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے اور دورہ تفسیر شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم سے پڑھا۔ بعد میں راولپنڈی میں ان کے مدرسہ تعلیم القرآن میں چند اسباق پڑھانے اور جواہر القرآن کی ترتیب کا کام کرتے رہے۔

جھاوریاں کے استاد اور خطیب مولانا عطا محمد صاحب جب بیمار ہوتے تو انہوں نے مولانا مولا بخش صاحب کو جھاوریاں کے مدرسہ رفیقیہ کے صدر اور جھاوریاں کی مرکزی جامع مسجد کی خطابت کے فرائض سپرد کر دیئے۔ مولانا مرحوم نے اپنی ذمہ داری کو بہ حسن و خوبی ادا کیا۔ مولانا تیس سال مدرسہ رفیقہ کی تدریسی خدمات اور جھاوریاں جامع مسجد کی خطابت کرتے رہے۔

مولانا مرحوم علماء میں بڑا اونچا مقام رکھتے تھے۔ ضلع سرگودھا کے تمام علماء ان کے معترف تھے۔ ان کی جرأت اور بے باکی بھی زبان زد خلائق عام تھی۔ ہر تحریک میں جرأت مندانہ حصہ لیا۔ ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں مولانا مرحوم کی قیادت

باقی ص ۹۳ پر

افکار و اخبار

- تھائی لینڈ اور جنوب مشرقی ایشیا کے مسلمان۔
- جدید فلسفہ کا توڑ بھی ضروری ہے۔
- ٹیلی ویژن کا اسلامی اقدار سے رویہ
- حرمت صحابہ پر دست درازی
- بحق کی نہ ر دانی ــــــ اور ــــــ دیگر
- وفیات

قارئین کے خطوط ★

تھائی لینڈ اور جنوب مشرقی ایشیا کے مسلمان | "الحق" کے حالیہ شمارہ میں " تھائی لینڈ کی مسلم اقلیت کی حالت زار" والا مضمون پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ از حد دکھ ہوا۔ کہ وہاں کے مسلمانوں کے دیندار طبقہ کو کس قدر بے دردی سے شہید کیا جا رہا ہے۔ اور طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی جا رہی ہیں۔ از راہ کرم اپنے وقائع نگار خصوصی مقیم تھائی لینڈ کا پتہ تحریر کریں تاکہ ان سے زیادہ اور تفصیلی معلومات حاصل کی جا سکیں۔ اور انگریزی میں یہ مضمون مرتب کر کے پھیلایا جا سکے۔ اور عالم اسلام کو جھنجوڑا جا سکے۔

میرا ارادہ ہے کہ کسی طرح جنوب مشرقی ایشیا کے ممالک کا دورہ کر کے اُن کے حالات۔ مسائل، مشکلات، ضروریات اور دعوت الی اللہ کے بارے میں منصوبہ بندی کے کام سے متعلق ایک تفصیلی رپورٹ تیار ہو جائے تاکہ ان کی نصرت کے اسباب پیدا ہو سکیں۔ حال ہی میں میں نے نجی حیثیت سے لاطینی امریکی ممالک کا دو ماہ کا دورہ کیا ہے۔ اور وہاں اسلام اور مسلمانوں کا ایک مکمل جائزہ لیا ہے۔

آپ کا اداریہ بابت ۱۴ اگست (یوم آزادی) اور مولانا کو "ستارہ امتیاز" کا اعزاز قابل قدر ہے۔ مگر یہ تقریبات ۱۴ اگست کی بجائے ۲۷ رمضان المبارک کو ہونی چاہئیں۔ کہ اسی مبارک روز پاکستان معرض وجود میں آیا۔

محمد سمیع اللہ 6/4 G ر 68۔ + FS-1-01۔ اسلام آباد

جدید فلسفہ کا توڑ بھی ضروری ہے | امام غزالی نے یونانی فلسفہ کا منہ توڑ جواب دیا۔ اور معاندین و منکرین پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ یونانی فلسفہ کئی صدیوں تک اٹھ نہ سکا۔ یہ فلسفہ تو تقریباً ختم ہو گیا لیکن انیسویں اور بیسویں صدی اور ارسطو اور افلاطون کے چیلے نیا لباس پہن کر یورپ میں نمودار ہوئے۔ انہوں نے عیسائیت اور اسلام پر نہیں بلکہ مطلق مذہب پر ایسے تابڑ توڑ حملے کئے کہ یورپ لامذہب ہو گیا۔ چنانچہ موجودہ یورپی تہذیب کی عمارت ہی لامذہبیت الحاد اور مادیت پر استوار کی گئی ہے۔ اس جدید فلسفہ کے بڑے بڑے پیر ڈارون۔ کارل مارکس۔ فرائیڈ اور میکڈگل وغیرہ ہیں۔ جن کی کتب کو یورپ کے کالجوں۔ یونیورسٹیوں میں بطور ایک حقیقت قبول کیا جا چکا ہے۔ اور درسگاہوں

میں ان کو پڑھایا جاتا ہے۔ یہی کتب اور یہی فلسفہ پاکستان کے نظام تعلیم کا بھی جزو ہیں۔ اسلامیات کے ساتھ پیریڈ میں بیالوجی کا بھی پیریڈ ہے۔ معاشیات میں کارل مارکس اور سائیکالوجی میں میکڈوگل اور فرائیڈ بھی لازمی جزو ہیں۔

جہاں تک مجھے علم ہے مسلم علماء نے اس جدید یورپی فلسفہ پر توجہ ہی نہیں دی۔ اور کوئی امام غزالی پیدا ہی ہوا جو اس فلسفہ کی مسکت دلائل سے کمر توڑ سکے۔ میری رائے ناقص میں مسلمانوں میں دہریت اور انکار رسالت کے فتنہ کا اصل سبب یہ جدید فلسفہ ہے جس کا جواب (ٹھوس اور مدلل) وقت کی اہم ضرورت ہے۔ (منظور احمد محلہ شریف پورہ گ

ٹیلی ویژن کا اسلامی اقدار سے رویہ | معاشرے کے ذہنی بگاڑ یا اصلاح میں ذرائع ابلاغ کا بہت ہا[تھ] ہوتا ہے۔ حکومت پاکستان اسلامی اصلاحی معاشرہ بنانے کی کوشش میں ہے۔ لیکن پاکستان ٹیلیویژن اسلام [کے] ساتھ استہزاء اور مذاق کر رہا ہے۔

دنیا کا عام قاعدہ ہے کہ صنعتی یا تعمیری کام ہو تو اس کے لئے انجینئر کی ضرورت ہے۔ اور وہ بھی کسی ٹیکن[یکل] کالج کا ڈگری یافتہ۔ عدالتی نظام کے لئے قانون دان اور بیمار کے علاج کے لئے سند یافتہ ڈاکٹر کی ضرورت ہو[تی ہے] بیرسٹروں، انجنیروں کو عدالتی نظام کے لئے اور ڈاکٹروں کو صنعتی اور تعمیراتی کام پر لگا دیا جاتے تو سب نظ[ام] برہم ہو جائے گا۔ اس وقت اسلام ہی ایک ایسا مظلوم ہے کہ اس کے لئے کوئی معیار نہیں۔ قرآن حدیث روح کا علاج ہے اس کے لئے کوئی معیار نہیں۔ ٹیلیویژن سے پروگرام نشان راہ پیش کیا جاتا ہے جس میں میزبان [اور] مقرر ڈاکٹر محمد اجمل ہیں۔ ڈاکٹر اجمل صاحب نے کسی مدرسہ سے حدیث پڑھی ہے؟ اور ایک جملہ حدیث کا پڑھ [سکتے ہیں] نہ سکتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل تک پسند نہیں شکل لارڈ کرزن کی پسند ہے۔ جب بات کرتے ہیں تو [معلوم] ہوتا ہے، ڈوبتے کو تنکے کا سہارا تلاش کر رہے ہیں۔ سوال کا جواب دینا مشکل ہے۔ جنہوں نے علم حدیث [پڑھا] نہیں کیا وہ حضورؐ کے خطبات مبارکہ کا مفہوم کیا سمجھیں گے۔

اسی طرح ایک پروگرام قول رسول صلعم پیش کیا جاتا ہے۔ جسے ایک اور صاحب بیان کرتے ہیں۔ مونچھیں درا[ز] منڈی ہوئی گلے میں صلیب کا نشان نکٹائی۔ سر کے بال ہپی کی طرح قول رسول صلعم پیش کرتے ہیں۔ حالاں کہ حدیث [کا] ایک جملہ نہیں پڑھ سکتے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں وہ بات کیوں کرتے ہو جس پر تمہارا عمل نہیں۔ یہ بات بہت بری ہے کہ [جو] تم کہو اور اس پر تمہارا عمل نہ ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس قوم کی شکل اختیار کرو گے روز [قیامت] اسی قوم سے اٹھائے جاؤ گے۔ نیز آپ کا ارشاد ہے کہ مونچھیں کٹاؤ اور داڑھی بڑھاؤ۔ جو شخص نہ حد[یث] نہ پڑھ سکتا ہو اور نہ عمل ہو تو اسے قول رسولؐ بیان کرنے کی اجازت دینا دین کے مذاق کے مترادف ہے۔

پاکستان میں باعمل علمار کرام کی کمی نہیں۔ یہ سوچی سمجھی اسکیم کے تحت ہو رہا ہے جو دینی پروگرام میں علمار کو دور رکھا جا رہا ہے۔ شمشیر و سناں ہاتھ میں لے کر قوم عروج حاصل کر سکتی ہے اور گانے، ساز و راگ سے قوم تنزل کی طرف چلی جاتی ہے۔ قوم کا مستقبل نئی پود لڑکوں اور لڑکیوں کو گانا سکھاتے ہیں۔ جو بچی آج طبلے کی تھاپ پر اور ہارمونیم کی تان پر تھرک تھرک کر تالی بجا کر گائے گی وہ ایک اچھی بیٹی، بہن، بیوی یا ماں ثابت ہو گی یا ایک گلوکارہ یا فن کارہ یا ایکٹرس بنے گی

نئی نسل کو کہاں لئے جا رہے ہیں اور ادھر شب و روز اسلامی، اصلاحی معاشرے کا ڈھول پیٹا جا رہا ہے اور اُدھر گُل کی شکل میں عورت کو سجا سجا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ خدارا اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت نہ دو مسلمان کا عروج نبی اکرم صلعم کی اتباع میں ہے۔ عبدالحق ناظم مدرسہ عربیہ مفتاح العلوم حیدر آباد)

حرمت صحابہؓ پر دست درازی | حال ہی میں ایک شیعی عالم حسین بخش جاڑا آف دریا خان نے ایک کتاب "مناظرہ بغداد" کے نام سے لکھی ہے۔ جس میں اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم جان نثار صحابہ کرامؓ کی عزت و حرمت پر نہایت رکیک انداز میں حملے کر کے مسلمانان پاکستان کے جذبات کو مجروح کیا ہے۔ جہاں اہلسنّت والجماعت کو کتاب "حیات سیدنا یزید رحمۃ اللہ علیہ" پڑھ کر دلی دکھ پہنچا۔ وہاں درج بالا کتاب پڑھ کر تمام "سُنّی برادری کی دل آزاری ہوئی ہے۔

ہم حکومت سے پُر زور اپیل کرتے ہیں کہ مذکورہ کتاب "مناظرہ بغداد" کو فوری طور پر ضبط کیا جائے۔ اور مصنف مذکور کے خلاف آرڈی ننس "حُرمت صحابہ" کے تحت مقدمہ چلایا جائے۔ انجمن محبان صحابہ ڈیرہ اسمٰعیل خان

الحق کی قدردانی | الحق کا انتظار رہتا ہے۔ وقفہ اشاعت، دھیرے دھیرے طول پکڑتا جا رہا ہے اور ضخامت میں بھی قدرے اختصار کار فرما ہو رہا ہے۔ اس روحانی غذا کی مقدار، اب بہت قلیل ہو گئی ہے۔ حالاں کہ زبان زدِ عوام مقولہ: "آم میٹھے ہوں اور بہت ہوں" کا اطلاق بدرجہ اولیٰ اس روحانی غذا پر ہی صادق آتا ہے۔ والسلام

دعا کا محتاج شیر بہادر خاں۔ دارالشفار ایبٹ آباد۔ خریداری نمبر ۵۱۶۱

○ ڈاکٹر ابو الفضل بخت رواں کے مضامین انگریزی اور اردو پر عربی کا اثر، نے مجھے حیران کر دیا کہ عربی کتنی دور رس زبان ہے۔ کہ اس کی جڑیں انگریزی تک پھیلی ہوئی ہیں۔ گویا عربی سیکھنے سے دنیا کی باقی زبانوں تک رسائی ہو جاتی ہے۔ پروفیسر نصیر احمد۔ ناظم آباد کراچی۔

○ مجلۂ الحق الغرّا را ارسال می فرمایید من از آن وقت کہ در پاکستان بودہ ام و اکنون کہ در ایران ہستم مجلۃ الحق را دریافت می کردم و می خواندہ ام و تبلیغ شعار اسلام و دارالعلوم حقانیہ می کردہ ام

دکتور محمد حسین تسبیحی طہران۔ ایران

○ افغان ملت جہاد میں منزل مقصود کے قریب تر ہو رہی ہے ان شاء اللہ اگرچہ ہم اور آپ عمل جہاد میں شریک نہیں ہو سکتے۔ مگر قولی جہاد میں الحق جو کچھ کر رہا ہے اس کی جزائے خیر محشر میں ملے گی۔ ابو الفضل بخت روان دانش آباد پشاور

وفیات | آہ! مولانا مولوی رفیع اللہ صاحب المعروف بہ مولوی صاحب چم کالش۔

مورخہ ۱۰ رشوال ۱۴۰۱ھ طویل علالت کے بعد دار فانی سے بعمر ۵۹ سال دار البقا کو رخصت ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم علوم دینیہ کے جید عالم مفسر قرآن حضرت شیخ الحدیث مولانا مولوی نصیر الدین صاحب مرحوم کے تلامذہ خاص میں سے تھے مرحوم دو سال تک دار العلوم عربیہ نصیریہ غورغشتی میں مدرس رہ چکے ہیں اور حالاً دار العلوم حمادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی میں مدرس تھے۔ مرحوم کے پسماندگان میں مولانا سمیع اللہ صاحب اور مولانا امین اللہ صاحب برادران اور حافظ و قاری فضل اللہ صاحب اور تین چھوٹے صاحب زادے ہیں۔
عبد الباقی صاحب حق کالش ہزارہ۔ خ ۵۴۵۳

● ناچیز اور برادرم مولانا محمد عبد المعبود صاحب مؤلف تاریخ مدینہ و تاریخ مکہ کے چچا مولوی محمد صدیق صاحب مرحوم ۲۸ ستمبر ۱۹۸۱ء ۹۰ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ نماز جنازہ باغ فقیریہ ——— ضلع راولپنڈی میں پڑھی گئی۔ دعا کی اپیل ہے۔
کاتب الحق محمد عبد الواحد باغ فقیریہ۔ ضلع راولپنڈی

چند بزرگ خواتین | حکیم شریف الدین مرحوم بانی مدرسہ حسینیہ حنفیہ سلانوالی خادم خاص حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی کی اہلیہ بھی وفات پا گئیں جو حضرت مدنی سے بیعت تھیں۔ اولاد میں چار بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑیں جو سب حافظ قرآن ہیں۔ دعا کی درخواست ہے۔
حاجی کریم الدین سلانوالی۔ سرگودھا

● حضرت مولانا قاضی محمد شاہ عالم ہزاروی خلیفہ مجاز و مقیم خانقاہ حضرت مولانا عبد المالک نقشبندی خانیوال کی والدہ ماجدہ ۱۰ ستمبر کو واصل بحق ہوئیں۔ از راہ کرم قارئین دعائے مغفرت فرمادیں۔
مولانا خلیل اللہ حقانی روپ کنی مانسہرہ

● میری والدہ ماجدہ مرحومہ ۲۰ ستمبر ۸۱ء کو وفات پا گئیں۔ نماز جنازہ شیخ التفسیر مولانا عبد الہادی شاہ منصوری مدظلہ نے پڑھایا۔ دار العلوم گجرات بخشالی اور علاقہ کے اکثر علماء موجود تھے۔ تمام اساتذہ و طلبہ دار العلوم اور قارئین سے دعائے مغفرت کی التجا ہے۔
ظہور احمد (فاضل حقانیہ) جامع مسجد رستم مردان

● محترم جناب سید جاند اد شاہ صاحب ڈی ایس پی نوشہرہ کی والدہ ماجدہ وفات پا گئیں۔ مرحومہ نہایت صالحہ اور عابدہ خاتون تھیں۔ مرحومہ کے صاحب زادہ اور خاندان سے دار العلوم کا دیرینہ تعلق ہے۔ مرحومہ کو ان کے گاؤں شیخان کوہاٹ میں دفن کیا گیا۔

الحق تمام مرحومین کے رفع درجات کا متمنی اور پسماندگان سے تعزیت کرتا ہے۔

فروعی اختلافات میں ائمہ مسالک کا لائحہ عمل

از افادات حضرت شاہ ولی اللہ الدہلوی

ترجمہ۔ مولانا عبدالقیوم صاحب (فاضل حقانیہ) چکوال

کون ہے جو اس حقیقت سے بے خبر ہو۔ سب جانتے ہیں کہ آج امت مسلمہ کے صرف مقتدر اور اہم شخصیات ہی نہیں، بلکہ جماعتیں، ادارے، تعلیم گاہیں اور مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے علماء فضلاء بھی، فروعی مسائل، معمولی باتوں اور جزئیات اعمال میں الجھ کر زندگی اسلام اور دین کے مقاصد سے بعید تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں بالخصوص عہد حاضر میں ملت اسلامیہ ذہنی، علمی، اعتقادی اور نتیجۃً ایک خطرناک سیاسی بحران سے دوچار ہے۔ حالاں کہ اسلام وحدت و یگانگت اور اخوت و اتحاد کی تعلیم دیتا ہے۔ "واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً"

تعجب ہے ان لوگوں پر جو مذہب سے منسوب ہو کر بھی اور پھر مذہب و مسلک اور ائمہ مسالک ہی کے نام سے ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کر رہے ہیں جب کہ اس وقت ہر طرف کفر اور الحاد اور فرق باطلہ، حق اور اہل حق کو مٹانے کی جن گھناؤنی اور خطرناک سازشوں میں مصروف ہیں۔ ایسے نازک حالات میں تمام مسلمانوں بالخصوص علماء کرام کو خواہ وہ کسی بھی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہوں آپس میں فروعی اختلافات میں الجھنے کے بجائے ایک اور متحد ہو کر ان فرق باطلہ اور طاغوتی طاقتوں کا مقابلہ کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ فروعی مسائل میں اختلافات کی وبا روز بروز پھیلتی جا رہی ہے اور پھر فروعات میں اس قدر تشدد کہ فریق مخالف کی ہر طرح توہین و تذلیل بلکہ تکفیر تک کی جاتی ہے۔ ذیل میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی عظیم تصنیف "الانصاف فی بیان سبب الاختلاف" کے ایک اقتباس کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے جس میں انہوں نے سلف اور ائمہ مسالک کی حیرت انگیز رواداری، اعتدال، حق پرستی، توسع اور خلوص و للہیت کا ذکر کیا ہے جو مسلمانوں کے موجودہ دور زوال و انتشار (جو فروعات میں تشدد اور فرقہ بندی و فتنہ پروری کا دور ہے) میں علماء، طلباء اور دین و مسلک کے نام سے کام کرنے والوں کے لئے پختہ اصول، بہترین نشان راہ، مفید لائحہ عمل اور تمام مسلمانوں کو ایک مرکز خیال پر جمع کرنے اور نقطہ وحدت پر لانے کا نسخہ اکسیر ہے۔

بات یہ ہے کہ صحابہؓ، تابعینؒ اور ان کے بعد کے اصحاب ایسے بھی تھے جو نماز میں بسم اللہ پڑھتے تھے اور ان میں ایسے بھی تھے جو نہیں پڑھتے تھے کچھ با آواز بلند پڑھتے اور کچھ نہیں پڑھتے تھے۔ بعض فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھتے اور بعض نہیں پڑھتے تھے۔ بعض پچھنے لگوانے، نکسیر پھوٹنے اور قے کے بعد تجدید وضو ضروری سمجھتے اور بعض ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ بعض اصحاب جنسی

عضو کو ہاتھ لگانے اور خواہش نفسانی کے ساتھ عورت کو مس کرنے پر نیا وضو ضروری سمجھتے تھے جبکہ بعض اس کے قائل نہیں تھے۔ اونٹ کا گوشت کھا لینے کے بعد تجدید وضو بعض کے نزدیک ضروری تھا اور بعض اس کے قائل نہیں تھے۔

اس کے باوصف وہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے۔ مثال کے طور پر امام ابوحنیفہؒ اور ان کے ساتھی اور امام شافعیؒ وغیرہ مدینہ کے اماموں کے پیچھے نماز پڑھتے تھے حالانکہ (اہل مدینہ) نماز میں بسم اللہ پڑھتے ہی نہ تھے نہ سراً اور نہ جہراً۔

ہارون الرشید پچھنے لگوانے کے بعد نماز کی امامت کی۔ امام ابویوسف نے ان کے پیچھے نماز پڑھی اور نماز کو بعد میں لوٹایا نہیں امام مالک نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ پچھنے لگوانے کے بعد تجدید وضو ضروری نہیں۔

امام احمد بن حنبل کی یہ رائے تھی کہ نکسیر پھوٹنے اور پچھنے لگوانے کے بعد نیا وضو کرنا چاہیے۔ ان سے پوچھا گیا کہ اگر امام کے جسم سے خون نکلے اور وہ نیا وضو نہ کرے تو کیا آپ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے؟ امام احمد بن حنبل نے جواب دیا "کیسے ممکن ہے کہ میں امام مالک اور سعید بن المسیّب کے پیچھے نماز نہ پڑھوں؟

بیان کیا جاتا ہے کہ امام یوسف اور امام محمد عیدین میں حضرت ابن عباسؓ کے مسلک کے مطابق تکبیر کہا کرتے تھے (حالانکہ دونوں کا مسلک اس کے برعکس تھا) وجہ یہ تھی کہ خلیفہ ہارون الرشید کو یہ بات پسند تھی کہ عیدین کی نماز میں ان کے دادا (عبداللہ بن عباسؓ) کی تکبیریں ہوا کرتی تھیں۔

امام شافعیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے مقبرہ کے قریب فجر کی نماز پڑھی تو دعائے قنوت کو ادباً واحتراماً ترک کر دیا اور فرمایا کہ کبھی ہم اہل عراق کے مسلک پر بھی عمل کر لیتے ہیں۔ جب (خلیفہ) منصور حج کے لئے گیا تو امام مالک سے کہا کہ "میں چاہتا ہوں کہ آپ نے جو یہ کتاب (موطا امام مالک) تصنیف کی ہے اس کے بہت سے نسخے نقل کراؤں اور مسلمانوں کے ہر علاقہ میں ایک ایک نسخہ بھیج دوں اور حکم دوں کہ وہ اس کتاب پر عمل کریں۔ اور اسے چھوڑ کر کسی اور طرف نہ جائیں۔ امام مالک نے جواب دیا۔ اے امیر المومنین ایسا نہ کیجیے کیونکہ لوگوں کے پاس اسلاف کے اقوال اس سے قبل پہنچ چکے ہیں اور انہوں نے احادیث نبوی سنی ہیں اور روایتیں بیان کی ہیں۔ اور ہر قوم نے وہ بات لے لی جو اس تک پہلے پہنچی اور لوگوں کے اختلاف کے باوصف انہوں نے اس پر عمل کیا۔ اس لئے ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیجیے۔ اور اس پر عمل کرنے دیجیے جو ہر علاقے والوں نے اپنے لئے اختیار کیا ہے۔

یہ قصہ ہارون کی طرف بھی منسوب ہے کہ ہارون الرشید نے امام مالک سے بطور مشورہ کہا کہ آپ کی تدوین کردہ "موطا" کو کعبہ میں لٹکا دیا جائے اور لوگوں سے کہا جائے کہ اس کے مطابق عمل کریں؟ امام مالک نے فرمایا۔ ایسا نہ کیجیے۔ کیونکہ فروعی مسائل میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ خود مختلف الرائے تھے اور اس حالت میں وہ مختلف علاقوں میں پھیلے۔ یہ انہی کے طریقے ہیں جو مختلف علاقوں میں نافذ ہیں۔ ہارون الرشید نے کہا۔ اے ابوعبداللہ (کنیت امام مالک) خداتعالیٰ آپ کو عمل کی توفیق بخشے — امام یوسف کے متعلق البزازیہ میں ہے کہ انہوں نے جمعہ کے دن حمام میں غسل کیا اور لوگوں کو نماز پڑھائی نماز کے بعد لوگ منتشر ہو گئے۔ تو آپ کو خبر دی گئی کہ حمام کے کنوئیں میں ایک مرا ہوا چوہا پڑا ہے تو امام یوسف نے فرمایا۔ تو ہم اپنے مدنی بھائیوں (یعنی مالکیوں) کے مسلک پر عمل کر لیتے ہیں جن کا مسلک یہ ہے کہ جب پانی دو قُلّے کے مقدار ہو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔

دارالعلوم کے شب و روز

ناظم دفتر اہتمام

مجلس شوریٰ کا جلسہ ۲۵ ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۸۱ء بروز جمعرات کتب خانہ کے وسیع ہال میں مجلس شوریٰ کا سالانہ اجلاس زیر صدارت جناب الحاج رفیع الدین صاحب جنرل منیجر آدم جی پیپر بورڈ نوشہرہ منعقد ہوا۔ مولانا قاری محمد امین صاحب اور مولانا قاری سعید الرحمان صاحب راولپنڈی نے آغاز میں تلاوت کلام پاک فرمائی۔ اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے استقبالیہ کلمات میں اراکین کا خیر مقدم کرتے ہوئے علم دین اور مدارس عربیہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ اس ضمن میں دارالعلوم حقانیہ کی ابتدائے تاسیس محرکات قیام دارالعلوم پھر بتدریجی مراحل ترقی اور موجودہ ہمہ گیر اور وسیع دینی و علمی اثرات و برکات پر سیر حاصل تبصرہ کیا۔ اور اس ضمن میں آپ نے روس سے برسرپیکار حقانی فضلاء اور دارالعلوم سے مستفید علماء کے عظیم کردار جہاد و قربانی کی سرگرمیوں پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ اور انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ اجلاس کے آغاز میں اس جہاد میں شہید ہونے والے حقانی شہداء کے لئے خصوصاً اور دیگر تمام شہداء کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔ اس کے علاوہ پچھلے سال وفات پانے والے مشاہیر علم و فضل اور وابستگان دارالعلوم کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔ اور اظہار تعزیت کیا گیا جن میں مولانا مفتی محمود صاحب۔ مولانا غلام غوث ہزاروی۔ مولانا محمد علی سواتی مدرس دارالعلوم حقانیہ۔ مولانا میاں ولایت شاہ کاکاخیل رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم اور دیگر حضرات شامل ہیں۔

بعد ازاں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی طرف سے نیابۃً مولانا سمیع الحق صاحب نے نئے سال کے بجٹ کی تشریح منظور شدہ بجٹ کی کمی بیشی کے اسباب اور سال رواں کے لئے تخمینی میزانیہ پر مشتمل ایک طویل رپورٹ پیش کی۔ اس ضمن میں آپ نے فرمایا کہ ۱۴۰۰ھ میں دارالعلوم کو مختلف مدات سے نو لاکھ ستاسٹھ ہزار سات سو چار روپے پینتالیس پیسے آمدنی ہوئی اور آٹھ لاکھ چوبیس ہزار دو سو سات روپے اکیس پیسے خرچ ہوئے۔ سال رواں ۱۴۰۱ھ بارہ لاکھ چورانوے ہزار نو سو ننانوے روپے پچاس پیسے میزانیہ پیش کیا گیا جس کا تفصیلی نقشہ شریک اشاعت ہے۔

ارکان شوریٰ نے بجٹ پر تقاریر میں دارالعلوم کے تمام شعبوں کی ترقیات پر اطمینان کا اظہار کیا۔

اجلاس میں اساتذہ اور عملہ کے اضافۂ تنخواہ کے بارہ میں بھی غور کیا گیا۔ اور مشاہرات میں حسب سابق اس سال بھی معقول اضافہ کیا گیا۔

سالانہ بجٹ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

نقشہ میزانیہ سالِ رواں ۱۴۰۱ھ واخراجات ۱۴۰۰ھ میزانیہ بارہ لاکھ نو ہزار نو سو ترانوے روپے ۵۰ پیسے

مصارف ۱۴۰۰ھ	رقم (پیسے)	رقم (روپے)	میزانیہ برائے ۱۴۰۱ھ (پیسے)	میزانیہ برائے ۱۴۰۱ھ (روپے)
مطبخ	۵۷	۱۹۰۹۹۵	۰	۲۲۹۵۰۰
ڈاک	۷۵	۳۳۴۶	۰	۴۰۰۰
نقد امداد	۱۶	۳۶۸	۰	۲۹۰۰
روشنی و فٹنگ	۲	۱۶۱۱۲	۰	۲۶۰۰۰
صابن	۰	۴۰۳۱	۰	۵۵۰۰
اخبارات	۲۵	۸۹۲	۰	۱۰۰۰
اشاعت	۰	۱۱۶۰	۰	۳۳۵۰
امتحانات	۵۰	۷۹۹	۰	۱۱۰۰
باغیچہ	۶۰	۲۴۷	۰	۱۵۰
کتب خرید و مرمت	۲	۵۵۸۰	۰	۳۲۰۰
سفارت	۸۱	۴۸۱۰۹	۰	۴۱۲۰۰
سٹیشنری	۳۵	۲۱۳۶	۰	۲۰۰۰
تنخواہ معہ الاؤنس مدرسین وعملہ	۷۹	۲۲۲۲۶۳	۰	۲۲۰۰۰۰
تعلیم القرآن	۹۴	۵۴۲۰۰	۰	۵۰۰۰۰
واٹر پمپ مرمت	۰	۴۰۰	۰	۴۵۰۰
سامان خرید و مرمت	۰	۷۲۲۱	۰	۵۵۰۰
آب رسانی	۰	۱۴۱۲	۰	۹۰۰۰
آمد و رفت	۶۸	۴۷۲۵	۰	۸۵۰۰
تعمیر دار الاقامہ	۰	۴۶۵۳۶	۰	۱۵۰۰۰۰
تعمیر دار المدرسین	۳۰	۶۶۹۴		
تعمیر دار الحفظ والتجوید	۰۰	۷۵۸۰۰		
مرمت تعمیرات	۷۹	۲۶۰۱۹	۰	۱۴۰۰۰
ٹیلیفون	۳	۶۶۰۲	۰	۶۰۰۰
بنک کمیشن	۲۰	۳۱	۰	۷۰
آڈٹ فیس	۰	۰۰۰۰	۰	۵۰۰
وفاق المدارس	۰	۰۰۰۰	۰	۱۰۰۰
ورس ریکارڈ	۵۰	۴۳	۰	۲۰۰
لاؤڈ سپیکر مرمت یا خرید	۰	۵۰	۰	۱۵۰۰
تبلیغ	۰	۴۹۶۲	۰	۴۰۰۰
تنظیم الفضلاء	۰	۱۰۰	۰	۲۰۰
لائسنس بندوق	۰	۷		
سوئی گیس	۴۰	۸۳۶۳	۰	۶۰۰۰
ماہنامہ الحق	۵۵	۸۱۹۵	۰	۹۵۰۰۰
کتب خانہ کی الماری	۰	۴۸۰۰		
کرایہ مکان	۰	۲۶۵	۰	۴۸۰
کچن متصل دفتر اہتمام	۰	۰۰۰	۰	۱۰۰۰۰
تکمیل دار المدرسین	۰	۰۰۰	۰	۲۸۰۰
قبرستان (چار دیواری)	۰	۰۰۰	۰	۴۰۰۰
تعمیر دار الحفظ والتجوید	۰	۰۰۰	۰	۳۸۰۰۰۰
تجہیز و تکفین طلبا یا مدرسین	۰	۰۰۰	۵۰	۱۸۴۳
	۲۱	۸،۲۴،۴۷۲	۵۰	۱۲،۰۹،۹۹۳

نتیجہ امتحانات شرکاء دورہ حدیث شریف سنہ ۱۴۰۱ھ دارالعلوم حقانیہ ملحقہ وفاق المدارس العربیہ

کل نمبر ۶۰۰ - درجہ علیا ۳۶۰ - درجہ وسطیٰ ۲۴۰ - درجہ ادنیٰ یا اس سے کم ——— دارالعلوم حقانیہ سے کل ۸۰ طلبا نے وفاق المدارس کے امتحانات میں شمولیت کی۔ ۲۰ طلبا نے وفاق المدارس سے باہر دارالعلوم کے امتحانات میں شرکت کی۔ مجموعی نتیجہ تقریباً ۸۵ فیصد رہا۔ دارالعلوم حقانیہ کے مولوی محمد نبیہ ابن مولوی محمد امین مہمند ایجنسی پشاور رول نمبر ۵۰ نے ۴۹۲ نمبر حاصل کرکے دارالعلوم میں فسٹ پوزیشن حاصل کی۔ بارہ طلبہ ناکام ہوئے۔

مولوی اشرف علی۔ مولوی عبدالقدیر کو ضمنی بخاری۔ مولوی سیف الرحمان کو ضمنی ترمذی کا امتحان دینا ہوگا۔

رول نمبر	نام معہ ولدیت	حاصل کردہ نمبر	رول نمبر	نام معہ ولدیت	حاصل کردہ نمبر
۱	مولوی امین الحق ولد عبدالحق	۳۰۳	۱۷	مولوی رحمت اللہ ولد مولوی جان محمد	۳۳۸
۲	" اشرف علی " حکیم خان	۲۴۹	۱۸	" سلطان محمود " خلیفہ نور محمد	۲۷۳
۳	" اشرف الدین " درویش خان	۳۰۸	۱۹	" سعد اللہ " مولانا نصر اللہ	۳۳۳
۵	" آغا محمد " نیاز محمد	۲۸۸	۲۰	" سعید الدین " نصیر الدین	۳۶۵
۶	" ارشاد الحسن " عبدالرزاق سنگین	۲۷۸	۲۱	" سید محمد " سید امیر حیدر	۳۰۷
۷	" امان اللہ " مولانا محمد بارت	۳۴۷	۲۲	" سراج الامت " شمس الرحمن	۲۹۴
۹	" جلال الدین " مولوی عبدالرزاق	۲۷۳	۲۳	" شید رحمن " یار احمد	۲۵۹
۱۰	" حضرت علی " محمد گل	۳۱۲	۲۵	" عنایت اللہ " خلیفہ محمد مرحوم	۲۸۸
۱۱	حافظ حبیب الرحمن " مولوی عبدالرحمن	۳۳۹	۲۶	" صراف گل " ششتی گل	۳۴۷
۱۲	مولوی حبیب احمد " عرفان الدین	۲۴۷	۲۷	" عبدالجبار " حاجی محمد	۲۹۷
۱۳	" حمید گل " انار گل	۳۶۲	۲۸	" عبدالودود " ولی محمد	۲۷۲
۱۵	" حمد اللہ " مولانا عبدالرؤف	۳۷۶	۲۹	" عبدالمعطی " یار محمد خان	۲۸۷
۱۶	" رحمت اللہ " حاجی سدا خان	۲۷۲	۳۰	" عبدالعزیز شاہ " سید علی شاہ	۳۴۳

۳۱	مولوی عبدالقدیر	ولد محمد ایوب	۲۴۳	۵۷	مولوی محمد حنیف	ولد غلام صدیق	۲۴۰
۳۲	" عبدالحق	" رویئداد محمد	۲۶۴	۵۸	" محمد افضل	" گل زادہ	۲۹۴
۳۳	" عبداللہ	" قاضی غلام احمد	۳۴۶	۵۹	" محمد معیم	" شمال خان	۲۹۹
۳۴	" عزیز اللہ	" مولانا خان بہادر	۳۶۲	۶۰	" محمد سلیم	" محمد کریم	۲۷۰
۳۵	" عبدالحق	" مولوی شمس الاسلام	۳۶۹	۶۱	" محمد صالح	" عبدالباقی	۳۱۸
۳۶	" عبدالسلام جان	" محمد جان	۳۰۴	۶۲	" محمد صادق	" مولوی امیر محمد	۳۵۸
۳۹	" سیف الرحمن	" فتح خان	۲۶۸	۶۳	" محمد ریاض	" تجمل خان	۲۸۸
۴۰	" فداء النبی	" عبدالسلام	۲۹۰	۶۵	" میرا جان	" عبداللہ	۲۶۳
۴۲	" فیروز شاہ	" محمود شاہ	۳۱۵	۶۶	" محمد حسن	" بادام	۳۲۷
۴۶	" عبدالحلیم	" حافظ خدائیداد	۳۲۰	۶۷	" ناصر خان	" محمد ابراہیم	۲۴۴
۴۷	" محتاج الدین	" معراجد	۲۶۷	۶۸	" نجیم علی شاہ	" شاہ حسین	۲۹۲
۴۸	" محمد سعد الحفیظ	" مولانا سعید الرحمن	۴۰۰	۶۹	" یار محمد	" دیدار	۲۹۰
۴۹	" مختار احمد ارشد	" مباح احمد	۴۸۲	۷۲	" فضل ربی	" فضل الٰہی	۲۵۵
۵۰	" محمد نبی	" محمد امین	۴۹۲	۷۳	" مجاہد احمد گل احمدی	" محمد گل	۲۹۰
۵۱	" محمد	" نیاز محمد	۳۲۹	۷۵	" شہباز خان	" خان محمد	۲۵۶
۵۲	" مجیب الرحمن	" مولانا صدر الشہید	۳۳۵	۷۸	" ضیاء الرحمن	" حاجی حبیب اللہ خان	۲۶۵
۵۳	" مظفر شاہ	" محمد صابر شاہ	۲۶۳	۷۹	" عزیز الدین	" طالب جان	۲۸۷
۵۴	" محمد اسمٰعیل	" محمد عبدالرشید	۳۰۰	۸۰	" شاہ پسند حق	" فضل حق	۲۴۷
۵۵	" محمد نبی	" خدائیداد	۲۸۸	۸۱	" سلطان حسین	" صاحبزادہ عبدالقیوم (ضمنی بخاری کامیاب)	

تعارف و تبصرہ کتب

(ادارہ)
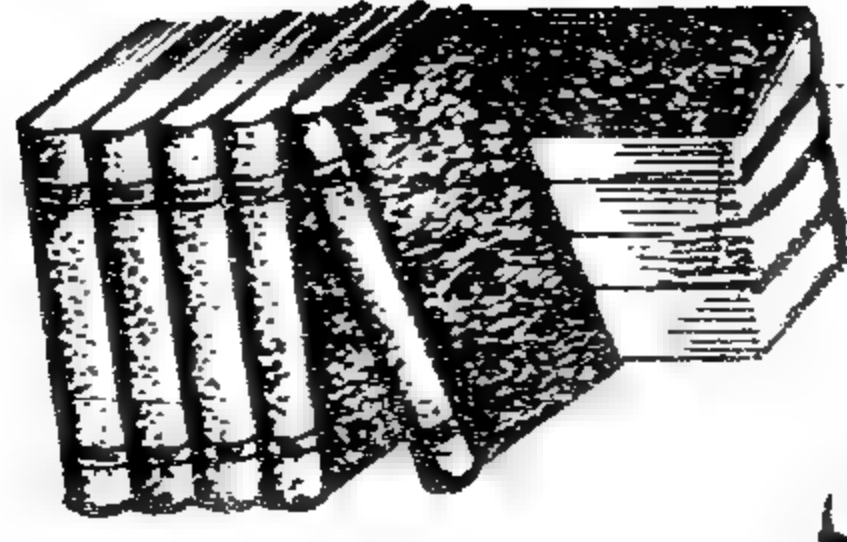
سنّت نبویہ اور قرآن کریم | تالیف۔ مولانا محمد حبیب اللہ مختار صفحات ۲۶۰۔ ناشر مجلس دعوت و تحقیق اسلامی۔ بنوری ٹاؤن۔ کراچی، ۵۔ پاکستان

اگر قرآن وحی جلی ہے تو سنّت وحی خفی۔ اگر قرآن وحی متلو ہے تو سنت وحی غیر متلو۔ اگر قرآن تشریع خداوندی ہے تو سنت تشریع نبوی ہے۔ قرآن کریم نے خود سنت نبویہ کا مقام متعین کیا ہے تو مقام افسوس ہے کہ منکرین حدیث ایک طرف اہل قرآن ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں اور حسبنا کتاب اللہ کی رٹ لگاتے نہیں تھکتے۔ مگر ما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔ اور وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحٰی سے آنکھیں بند کئے ہوتے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب مولانا محمد حبیب اللہ صاحب مختار کا وہ مقالہ ہے جو انہوں نے علوم حدیث میں ڈاکٹریٹ کے لئے لکھا تھا پھر حضرت علامہ محمد یوسف بنوری کی خواہش پہ اسے کتابی شکل دی گئی۔ جیسا کہ موضوع سے ظاہر ہے۔ کتاب حجیت حدیث پر لکھی گئی ہے۔ اس موضوع پر کئی ایک کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ لیکن زیر تبصرہ کتاب میں مؤلف نے عنوان بالا کا حق ادا کیا ہے۔ اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مخالفت رسول پر ۴۸ آیات پیش کی ہیں۔ کتاب کی ترتیب و تالیف میں نہایت ہی مستند اور متعدد مآخذ و مراجع کو رجوع کیا گیا ہے۔ حضرت بنوری کی تقریظ بھی اس کتاب کی خوبی کی سند ہے۔ کتاب صوری اور معنوی دونوں لحاظ سے نہایت ہی دلکش ہے

تلک حدود اللہ (عربی) | تالیف۔ استاذ ابراہیم احمد الوقفی صفحات ۲۰۰۔ ناشر دار العلم ۲۲۳۔ آب پارہ مارکیٹ۔ اسلام آباد

اسلام نے انسان کو انسانیت کا وہ مقام دیا ہے جو دیگر ادیان اور مذاہب میں نہیں ہے اور اسے وہ تمام مراعات دی ہیں جس سے وہ باعزت بامروت اور محفوظ زندگی گذار سکے۔ چار چیزوں کی حفاظت انسان کے لئے ضروری ہے حفاظت نفس، حفاظت نسب، حفاظت مال اور حفاظت عزت۔ اگر کسی نے کسی انسان کا نفس تلف کیا تو اس کے لئے شریعت نے حد قصاص مقرر کیا ہے۔ اسی طرح اگر نسب پر حملہ کیا تو اس کے لئے حد زنا اور مال کی چوری پر شریعت نے حد سرقہ مقرر کیا ہے اور کسی کی عزت و آبرو لینے پر شریعت نے حد قذف کا حکم جاری کیا ہے

زیر تبصرہ کتاب استاذ ابراہیم احمد الوقفی نے حدود اللہ اس کے احکام اور اس کے فوائد پر تالیف کی ہے۔ ہر دور اور ہر زمانے میں ملحدین مستشرقین اور متعصبین یورپ نے اسلام کے ان اساسی تعزیری دفعات پر رکیک حملے کئے ہیں۔ مؤلف جو کہ جامعہ ازہر کے علوم شرعیہ کے نامور محقق ہیں نے کتاب مذکور میں جا بجا وہ شبہات اور اعتراضات نقل کئے ہیں اور دور حاضر کے مطابق ان کا رد کیا ہے۔ علاوہ ازیں سائنٹیفک طریقے سے اس کے فوائد اور محرکات بیان کئے ہیں۔ یہ کتاب دار العلم اسلام آباد سے دستیاب ہے۔

(مولانا ابراہیم فانی)

رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ حصہ سوم و چہارم — مؤلف حضرت مولانا محمد نافع ۔ صفحات حصہ سوم ۲۱۶ ۔ حصہ چہارم ۴۰۸

ناشر ادارہ تصنیف و تالیف جامع محمدی شریف ضلع جھنگ ۔ کتابت و طباعت معیاری ۔ جلد دیدہ زیب ۔

قرآنی صراحت کے مطابق حضرات صحابہ وہ بابرکت نفوس ہیں ۔ جن کو حضور کے ہم نشینی کا اور ان کے ساتھ صحبت کا موقع ملا ۔ اللہ تعالیٰ ان کے بارے یوں فرماتے ہیں ۔

وَالَّذِینَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ ۔ قرآن سے بڑی شہادت اور مستند ترین سرٹیفکیٹ اور کونسا ہو سکتا ہے؟

زیر تبصرہ کتاب جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے ۔ حضرات صحابہ کرامؓ خصوصاً خلفائے راشدین کے حالات اور ان کے آپس میں تعلق کے متعلق لکھی گئی ہے ۔ مؤلف نے شیعہ سنی اختلافات کو مٹانے کی ہر ممکن مخلصانہ کوشش کی ہے فریقین کے کتب مستندہ کے متعدد حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ یہ تفرق اور تشتت غلط فہمیوں اور دشمنان اسلام کی درپردہ ریشہ دوانیوں کا نتیجہ ہے ۔ حالاں کہ حقیقت کچھ اور ہے ۔

کتاب کے دو حصے پہلے شائع ہو چکے ہیں ایک حصہ صدیقی اور دوسرا فاروقی ہے ۔ لیکن ہمارے سامنے کتاب کا تیسرا اور چوتھا حصہ ہے ۔ جس کے بارے میں ناشرین کا یہ تبصرہ بالکل صحیح ہے کہ :

"خدا تعالیٰ مؤلف کی سالہا سال پر پھیلی ہوئی گراں بہا تحقیقی خدمات قبول فرمائے جیسا کہ رحماء بینهم کا عنوان پیارا اور اچھوتا ہے ۔ اسی طرح اس کا انداز بیان شفقت و محبت کا سر چشمہ ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب مؤلف دلسوزی سے انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم کی تحقیقی تفسیر پیش کر رہے ہیں ۔

حصہ چہارم میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بعض بے جا مطاعن مثلاً اقربا نوازی پر بحث کی گئی ہے ۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے اقربا کو ذاتی وسائل سے عطیئے دیئے تھے ۔ بیت المال سے نہیں ۔ اس بے جا اعتراض کی اہمیت کی وجہ سے حصہ چہارم کو اسی عنوان سے معنون کیا ہے ۔ علاوہ ازیں بیش بہا علمی تحقیقی مواد اس میں جمع کیا ہے ۔ مثلاً حضرت عثمان کے قتل کے محرکات آپ کے دور خلافت کے عمال و حکام کی صلاحیت و اہلیت پر بھی سیر حاصل تبصرہ ہے ۔ کتاب اہمیت اور موضوع کے لحاظ سے قابل مطالعہ ہے اور قیمت بھی مناسب ہے ۔

بقیہ از صـ ۴۹ مولانا مولا بخش

ہیں قومی اتحاد کا قافلہ اسلام کی آواز پہنچانے کے لئے قریہ قریہ پہنچا ۔

مولانا مرحوم پر ۱۹۷۹ء کے اوائل میں فالج کا حملہ ہوا جس سے آپ کی زبان بھی متاثر ہوئی ۔ ۲۰ اگست ۸۱ بروز جمعرات بعد نماز عصر مولانا مرحوم کی زبان ٹھیک ہوگئی اور بے ساختہ زبان پر کلمہ طیبہ کا ذکر جاری ہوگیا ۔ افراد خانہ خوش ہوئے لیکن یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ آخری الفاظ ہیں ۔ تقریباً دس منٹ تک ذکر کرتے رہے اور کوئی بات نہ کی ۔ اسی دوران روح پرواز کر گئی ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

علی الصبح مولانا کو بروز جمعہ غسل دیا گیا ۔ اور ۹ بجے کے قریب نماز جنازہ ادا کی گئی ۔ جنازہ میں تیس ہزار کے لگ بھگ افراد موجود تھے اور نماز جنازہ مولانا قاضی عبدالقادر صاحب خلیفہ حضرت رائے پوری نے پڑھائی +

انڈے

کے

غذائی اجزاء

پروٹین : ۶.۰۰ گرام
کیلوریز : ۷۰ گرام
کیلشم : ۳۰.۰ گرام
فاسفورس : ۱۱۰.۰ گرام
فولاد : ۱.۵۵ ملی گرام
وٹامن اے : ۵۰۰ آئی۔یو
وٹامن ڈی : ۳۰ آئی۔یو
وٹامن بی ۱۱۴۰ مائیکروگرام

دو انڈے روزانہ
تندرست و توانا

صاف فارمز
بن قاسم۔ کراچی